احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

جون ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر

نصراللہ خان ناصر

[illegible]

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ ربوہ

احسان ۱۳۷۳ ہش

جون ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ——— ۳۵

شمارہ نمبر ——— ۶

شرح چندہ

پاکستان ——— چالیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— چار روپے

اداریہ

موجودہ معاشرہ ۔ اور اصلاح کا مجاہدہ

ہمارے روزمرہ کے مشاہدات اور آئے دن قومی اخبارات کی شہ سرخیاں، جرائم میں تیز رفتاری سے اضافہ اور اس پر طرّہ یہ کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور انتظامیہ کی بے حسی۔ اس پر ہر محبِ وطن متفکر ہے۔ گروہی، لسانی، مذہبی اور علاقائی تعصبات کی خطرناک صورتِ حال نے پورے معاشرہ کو پریشان کر رکھا ہے۔ قومی یک جہتی اور اتحاد بُری طرح متاثر ہو چکا ہے۔ اور مختلف خدشات کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ جو کچھ بھی ہے یہ سب سیاسی قائدین اور مذہبی راہنماؤں کا ہی تو کیا دھرا ہے۔ نتیجۃً اجتماعی اور اخلاقی قدریں پوری طرح متاثر ہو چکی ہیں۔ اور اس کے محرکات زیادہ تر اندرونی ہیں۔

ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

اور پھر یہ صورتِ حال کم و بیش دنیا کے دیگر خطوں اور "مہذب" معاشروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور انسانی اقدار کو نسلی اور مذہبی زاویہ نگاہ سے جانچا گیا ہے۔ اس "تہذیب" میں بھی انہی تعصبات نے افتراق و تشتت کو جنم دیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس معاشرہ میں مذہب کے نام پر بہت کچھ ہو رہا ہے۔ اور مذہب کے تقدس کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب ماضی کے دھندلکوں میں نظر آتی ہیں۔ اظہار عقیدہ اور عمل کو کچھ اور "نام" دے کر قانون کو ہاتھ میں لینا معمول بن چکا ہے۔ مذہب جس کی تعبیر و حقیقت "محبت" ہے۔ اس سے منفی تصویر ابھرتی نظر آتی ہے۔ مذہب کے نام پر خون۔ اور انسانی حقوق کی پامالی، خود انسانیت کی توہین ہے۔ اور لادینی قوتیں بھی حیرت و استعجاب میں پڑی سوچ رہی ہیں......... یہ ایک طویل داستان ہے اور اس کی تفصیلات میں جانا ہمارا مقصود نہیں۔ اصل قابلِ فکر بات یہ ہے کہ جب قانون اور مذہبی مصلحین اس صورتِ حال میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ اور "مفادات" اور "بے عملی" بھی تبدیلی لانے میں روک ہے تو وہ کیا طریق اور ذرائع ہیں جس سے ماحول اور معاشرہ کو امن و سلامتی میں بدلا جا سکتا ہے؟

افراد سے قوم بنتی ہے۔ اور افراد کے ہی باہم رہن سہن اور تعلقات کا نام معاشرہ اور

اجتماعیت ہے۔ تو اس طرح پہلا زینہ فرد کی اصلاح و تربیت ہے۔ پھر خاندان، محلہ، شہر، قوم ایک حسین معاشرہ میں ڈھل سکتے ہیں۔ اس عظیم مقصد کو پانے کے لئے مصلح اعظم سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور زرّیں اصولوں پر عمل یقیناً ایک انقلاب لا سکتے ہیں۔

اصلاح کا مرکز اور محور قلبِ انسانی ہے۔ جس میں تغیرات و انقلابات رُونما ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ۔ (مسلم)

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور صورتوں کو اور تمہارے اموال (دولت مندی) کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ظاہری حسن و قبح خوبصورتی اور بدصورتی یا مال و دولت اور منصب میں بڑا ہونا کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ نہیں بنا سکتے بلکہ ایک با اخلاق انسان بننا بھی ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ انسان کے دل پر ہے جو ارادوں اور نیتوں کا منبع ہے۔ اور اسی سے انسانی جوارح اور اعضاء سے اعمال صادر ہوتے ہیں۔ ایک اور ارشاد نبویؐ میں قلب انسانی کے بارہ میں فرمایا گیا کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کی اگر اصلاح ہوگئی تو سارے جسم اور اعضاء کی اصلاح ہوگئی۔ اور اگر اس میں فساد پیدا ہوا تو سارا جسم اور اعمال بگڑ جائیں گے۔ فرمایا هِیَ الْقَلْبُ۔ یہ انسان کا دل ہے۔

انسانی دل جذبات کا مبداء و منبع ہے اور تمام انسانی اعمال ان خیالات و جذبات، ارادوں اور نیتوں پر موقوف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قلوب اور اعمال کے لفظ استعمال کر کے یہ اشارہ فرمایا کہ دنیا کی ظاہری نعمتوں حسن و جمال اور اموال جیسی نعمتوں پر فخر کی بجائے دل کی اصلاح اور اعمال کی درستی کی فکر ہونی چاہیئے۔ جس سے اعلیٰ سیرت و کردار کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ افراد سے قوم بنتی ہے۔ اور اجتماعی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس طرح افراد کی تربیت و اصلاح سے ایک مایہ ناز معاشرہ قائم ہو جاتا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ اور قومی اقدار کو ترقی دینے کے لئے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور زرّیں اصول بیان فرمایا ہے کہ یہ خیر امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرے۔ قرآن حکیم نے متعدد بار حکمت اور اچھی نصیحت سے اس اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے۔

مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ ۔ (مسلم)

اس حدیث میں اصلاح کے تین ذرائع بیان فرمائے گئے ہیں۔ کہ جب ناپسندیدہ یا بُرائی کی بات دیکھی جائے تو اسے۔ ہاتھ سے یعنی قانون یا طاقت یا خاندانی اور معاشرہ کے دباؤ اور یا پھر قلم کو حرکت میں لاکر اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو زبان سے مناسب وعظ و نصیحت سے یا تقریر سے اصلاح کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے بُرائی کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے پہلو تہی کرے۔ یا دل کی گہرائی سے اصلاح کی دعا کرے۔

الغرض آپؐ نے بڑے حکیمانہ رنگ میں اصلاح کی طرف توجہ دلائی کہ تم اپنے اردگرد گناہ کی آگ دیکھ کر خاموش تماشائی نہ بنے رہو بلکہ اپنے ماحول کو اس آگ کے شعلوں میں بھسم ہونے سے بچاؤ۔ تا خود بھی محفوظ رہو اور اپنے معاشرہ اور قوم کو بھی محفوظ رکھ سکو۔ دل سے بدی کو روکنے سے مراد درد دل سے دعا ہے اور دعا یقیناً عظیم تغیرات پیدا کرتی ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان و ایقان اور دل میں سچی تڑپ پیدا کر کے دعا کی جائے تو وہ انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ آئیے ہم ہادیٔ کاملؐ کے ان حکیمانہ اصولوں کو اپناتے ہوئے اپنے معاشرہ کو محبت، سلامتی اور راحت و سکینت کا گہوارہ بنائیں۔ اور آج یہی وہ ذریعہ ہے جس سے ایک بہترین معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی سیرت و سوانح پر خاص نمبر

ماہنامہ انصاراللہ۔ ربوہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کی سیرت و سوانح پر خاص نمبر عنقریب شائع کر رہا ہے۔ اہلِ قلم حضرات اور شعراء کرام سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے مضامین اور کلام اپنی اوّلین فرصت میں بھجوائیں۔ امیر صاحب ضلع فیصل آباد کی خدمت میں بھجوائے گئے مسودات اسی خاص نمبر کی زینت ہوں گے۔

(ایڈیٹر)

امام الکلام

اللہ تعالیٰ کے فضل کے مورد اور برگزیدہ گروہ

"خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام قوموں اور تمام زمانوں کیلئے جو قیامت تک آنیوالے تھے ایک کامل اور جامع قانون کیطرح نازل فرمایا اور ہر یک درجہ کی استعداد کیلئے افادہ اور اضافہ کا دروازہ کھول دیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ (فاطر ع ۴) یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا ان لوگوں کو وارث کیا جو ہمارے بندوں میں سے برگزیدہ ہوں اور وہ تین گروہ ہیں۔ ۱۔ ایک ان میں سے ظالموں کا گروہ جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں یعنی اکراہ اور جبر سے نفس امارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ پر چلاتے ہیں اور نفس سرکش کی مخالفت اختیار کرکے مجاہدات شاقہ میں مشغول ہیں۔ ۲۔ دوسری میانہ حالت آدمیوں کا گروہ جو بعض خدمتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس سرکش سے باکراہ اور جبر لیتے ہیں اور بعض للّٰہی کاموں کی بجا آوری میں نفس ان کا بخوشی خاطر تابع ہو جاتا ہے اور ذوق اور محبت اور ارادت سے ان کاموں کو بجا لاتا ہے، غرض وہ لوگ کچھ تو تکلّف اور مجاہدہ سے خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہیں اور کچھ طبعی جوش اور دلی شوق سے بغیر کسی تکلّف کے اپنے ربّ جلیل کی فرمانبرداری ان سے صادر ہوتی ہے۔ یعنی ابھی پوری موافقت اللہ جلّ شانہٗ کے ارادوں اور خواہشوں سے ان کو حاصل نہیں اور نہ نفس کی جنگ اور مخالفت سے بکلّی فراغت بلکہ بعض سلوک کی راہوں میں نفس موافق اور بعض راہوں میں مخالف ہے۔ ۳۔ تیسری سابق بالخیرات اور اعلیٰ درجہ کے آدمیوں کا گروہ ہے یعنی وہ گروہ جو نفسِ امّارہ پر بکلّی فتح یاب ہو کر نیکیوں میں آگے نکل جانیوالے ہیں جن کے نفوس کی سرکشی اور امّارگی بکلّی دور ہو گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام سے اور اس کی شریعت کی تمام راہوں سے اور اسکی تمام قضاو قدر سے اور اس کی تمام مرضی اور مشیئت کی باتوں سے وہ طبعاً پیار کرتے ہیں نہ کسی تکلّف اور بناوٹ سے۔ اور کوئی دقیقہ اطاعت اور فرمانبرداری کا اٹھا نہیں رکھتے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کی فرمانبرداری ان کی طبیعت کی جزو اور ان کی جان کی راحت ہو جاتی ہے۔ کہ بغیر اسکے وہ جی ہی نہیں سکتے اور ان کا نفس کمال ذوق اور شوق اور لذّت اور شدّت میلان اور خوشی سے بھرے ہوئے انشراح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی اطاعت بجا لاتا ہے اور اس بات کی طرف وہ کسی وقت اور کسی محل اور حکم الٰہی یا مشیئت الٰہی کی نسبت محتاج نہیں ہوتے۔ کہ اپنے نفس سے باکراہ اور جبر کام لیں بلکہ ان کا نفس نفسِ مطمئنّہ ہو جاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کا ارادہ وہ ان کا ارادہ اور جو اسکی مرضی وہ انکی مرضی ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکموں اور مشیئتوں سے ایسا پیار کرتے ہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ ان امور سے پیار کرتا ہے اسی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے امتحانوں کے وقت پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ چند قدم آگے رکھ دیتے ہیں۔ پھر بعد اسکے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ ان تینوں گروہوں پر میرا بڑا فضل ہے یعنی ظالم بھی موردِ فضل اور برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور ایسا ہی مقتصد بھی اور سابق بالخیرات تو خود ظاہر ہیں۔" (روحانی خزائن جلد ۵ (آئینہ کمالات اسلام...) صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۳)

کلامُ الامام

یتامیٰ کی خبر گیری اور شفقت

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :-

"یتامیٰ کی پرورش اور ان کی نگہداشت ایک اہم ترین فرض ہے۔ لوگ اگر مرنے سے ڈرتے ہیں۔ تو محض اس وجہ سے کہ وہ دیکھتے ہیں فلاں شخص مر گیا۔ اور اس کے بچے دربدر بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ یا ان بچوں کو کسی نے ملازم رکھ لیا ہے .... یہ حالات دیکھ کر وہ بھی موت سے گھبراتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں مر گیا تو میرے بچوں کے ساتھ بھی لوگ ایسا ہی سلوک کریں گے۔ لیکن اگر قومی کیریکٹر ایسا اعلیٰ درجہ کا بن جائے کہ جب کوئی شخص مرے تو اس کے بچوں کے متعلق ساری قوم میں ایک زبردست جذبہ اخوت پیدا ہو جائے اور ہر شخص کہے کہ ان بچوں کو میرے سپرد کیا جائے میں اپنے بچوں کی طرح ان کی پرورش کروں گا تو موت کا ڈر ہر شخص کے دل سے نکل جائے اور وہ سمجھنے لگ جائے کہ اگر میں مر گیا تب بھی میری قوم کے افراد ایسے اچھے ہیں کہ وہ میرے بچوں کی میری طرح ہی خبر گیری کریں گے ...... پس یتامیٰ کی خبر گیری اور بیواؤں سے حسنِ سلوک یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو قوم میں جرأت اور بہادری پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر یہ چیز قوم میں موجود نہ ہو بلکہ اس کے برعکس ان کے افراد کا نمونہ یہ ہو کہ وہ یتامیٰ تو رکھتے ہوں مگر ملازم بنا کر۔ بلکہ ملازموں سے بھی بدتر حالت میں اور وہ ذرا ذرا سی بات پر ان کو تھپڑ مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہوں تو کون شخص ہے جس کا مرنے کو دل چاہے گا۔ ہر شخص ڈرے گا ہر شخص موت سے گھبرائے گا اور سمجھے گا کہ میری موت میرے بچوں کی موت ہے۔ میری موت میری بیوی کی موت ہے۔ میں مروں تو کس طرح اور جان دوں تو کیوں۔ پس ضروری ہے کہ ساری قوم کا یہ کیریکٹر ہو جائے کہ جب کوئی شخص فوت ہو تو یہ سوال نہ ہو کہ کون اس کے بچوں کی پرورش کرے گا۔ بلکہ لوگ خود دوڑتے جائیں اور ان بچوں کو اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے اپنے گھروں میں لے آئیں اور اپنے بچوں کی طرح بلکہ اپنے بچوں سے بڑھ کر ان سے محبت اور پیار اور نرمی اور شفقت کا سلوک کریں"

(تفسیر کبیر جلد دوم سورۃ البقرہ ص۴۹۷)

عربی منظوم کلام

وَأُقْسِمُ أَنَّنِیْ یَا ابْنَ الْکِرَامِ

تَذَکَّرْ یَا اَخِیْ یَوْمَ التَّنَادِیْ   وَتُبْ قَبْلَ الرَّحِیْلِ اِلَی الْمَعَادِ
اے میرے بھائی! حشر کے دن کو یاد کر اور آخرت کی طرف کوچ سے پہلے توبہ کر لے

فَاَخْرِجْ کُلَّ حِقْدِکَ مِنْ جَنَانٍ   وَزَکِّ النَّفْسَ مِنْ سَمِّ الْعِنَادِ
اپنے ہر کینے کو دل سے نکال ڈال اور پاک کر نفس کو دشمنی کے زہر سے

وَخَفْ قَهْرَ الْمُهَیْمِنِ عِنْدَ ذَنْبٍ   وَقِفْ ثُمَّ انْتَهِجْ سُبُلَ الرَّشَادِ
اور نگران خدا کے قہر سے گناہ کرنے کے وقت ڈر اور (گناہ سے) رک۔ پھر ہدایت کے راستوں پر چل

وَأُقْسِمُ أَنَّنِیْ یَا ابْنَ الْکِرَامِ   لَقَدْ أُرْسِلْتُ مِنْ رَّبِّ الْعِبَادِ
اے شریفوں کی اولاد! میں قسم کھاتا ہوں کہ میں یقیناً بندوں کے ربّ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں

وَلَسْتُ اَخَافُ مِنْ مَّوْتِیْ وَقَتْلِیْ   اِذَا مَا کَانَ مَوْتِیْ فِی الْجِهَادِ
میں اپنی موت اور قتل سے نہیں ڈرتا جب کہ میری موت جہاد میں ہو

وَاٰثَرْنَا الْحَبِیْبَ عَلٰی حَیَاةٍ   وَقُمْنَا لِلشَّهَادَةِ بِالْعَتَادِ
اور ہم نے اپنے محبوب کو اپنی زندگی پر ترجیح دی ہے اور ہم پوری تیاری سے شہادت (حاصل کرنے) کیلئے کھڑے ہوگئے ہیں

وَمَا الْخُسْرَانُ فِیْ مَوْتٍ بِتَقْوٰی   وَخُسْرُ الْمَرْءِ فِیْ سُبُلِ الْفَسَادِ
اور تقویٰ کے ساتھ مرنے میں کوئی خسارہ نہیں ہے انسان کا خسارہ تو فساد کی راہوں میں ہوتا ہے

(القصائد الاحمدیہ صـ۲۰)

فارسی منظوم کلام

نشاں ہائے خداوندِ قدیر!

(خدائے قادر کے نشانات)

بنگر اے قوم نشاں ہائے خداوند قدیر چشم بکشا کہ بر چشم نشانے است کبیر
اے قوم خدائے قادر کے نشانات دیکھ۔ آنکھ کھول کہ تیری آنکھ کے سامنے ایک عظیم الشان نشان ہے

قمر و شمس و زمین و فلک و آتش و آب ہمہ در قبضۂ آں یارِ عزیز اند اسیر
چاند، سورج، زمین و آسمان، آگ اور پانی سب اس عزت والے دوست کے قبضہ میں قیدی ہیں

قدسیاں جملہ بلرزند ازاں ہیبتِ پاک انبیاء را دل و جاں خون و الم دامنگیر
سب فرشتے اس خدائے پاک کی ہیبت سے لرزتے ہیں انبیاء کا جان و دل بھی خون ہے اور خوف دامنگیر ہے

چند ایں جنگ و جدل ہا بخدا خواہی کرد توبہ کن توبہ مگر در گزرد از تقصیر
تو خدا تعالیٰ سے کب تک یہ جنگ و جدل کرتا رہے گا۔ توبہ کر توبہ تاکہ وہ تیری خطائیں معاف کر دے

اے برادر رہِ دین است بسے بس دشوار خاک شو خاک مگر باز کنند ش اکسیر
اے بھائی دین کا راستہ بہت مشکل راستہ ہے۔ خاک ہو جا خاک تاکہ پھر تجھے وہ اکسیر بنا دے

تو ہلاکی اگر از کبر بتابی سرِ خویش من از و آمدم و با تو بگویم چو نذیر!
اگر تو تکبر سے روگردانی کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا میں اس کے پاس سے آیا ہوں اور ایک نذیر کے طور پر تجھے سمجھاتا ہوں

آں خدائیکہ از و خلق و جہاں بے خبر اند بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر
وہ خدا جس سے مخلوق اور لوگ بے خبر ہیں اس نے مجھ پہ تجلّی کی ہے اگر تو اہل ہے تو مجھے قبول کر

(سراج منیر درثمین فارسی صـ ۱۶۲)

مسئلہ وراثت

دادا کا ترکہ اور یتیم پوتا

از محترم حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

(نوٹ) اس اہم مسئلہ پر ماہ اپریل کے شمارہ میں حضرت ممدوح کے فاضلانہ مقالہ کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہے اب بقیہ حصہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے (ایڈیٹر)

عام علماء کے نزدیک كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۱) یعنی تم میں سے جب کوئی مرنے لگے اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر اس مال کے متعلق وصیت کرنا فرض ہے، کے ارشاد ربانی سے استدلال کرتے ہوئے ایسی وصیّت کو فرض کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ سب کوششیں اصل مشکل کا صحیح حل نہیں فرض کرو دادا وصیت نہیں کرتا تو پھر جدّی جائداد سے یتیم پوتے کی محرومی اور اس کے نہ مٹنے والے غم کے تدارک کی کونسی صورت ہو گی۔ یا کس طرح اس کے دادے کو ایسی وصیت کرنے پر مجبور کیا جائے گا" اس نقطہ نظر سے یتیم پوتے کی مظلومیت کے متعلق جن پُر شفقت اور ترحّم سے لبریز جذبہ کو پیش کیا گیا ہے لیکن آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اذا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْت ..... الخ۔ اس آیت کو بعض مفسرین نے جنہیں آیات کے متعلق ناسخ منسوخ کی خود ساختہ بحث کا مشغلہ ایک زمانہ تک بنا رہا۔ ان میں سے بعض نے اس آیت کو آیات رکوع یوصیکم اللہ سے منسوخ قرار دیا ہے جو ہمارے نزدیک سیدنا حضرت مسیح محمدی کی تعلیم ہدایت جو عین قرآنِ کریم کے منشاء کے مطابق ہے۔ قرآنِ کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں پائی جاتی بلکہ قرآنِ کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں اور علماء کا اس آیت کی نسبت اس فقرہ کو بطور فرض کرنے کے پیش کرنا کہ

" فرض کرو کہ دادا وصیّت نہیں کرتا تو پھر جدّی جائداد سے یتیم پوتے کی محرومی اور اس کے نہ مٹنے والے غم کے تدارک کی کونسی صورت ہو گی۔ یا کس طرح اس کے دادے کو ایسی وصیّت کرنے پر مجبور کیا جائیگا"

یہ فقرہ پیش کردہ جو بطور فرض کرنے کے اپنے تخیل کے ذریعے ایک منگھڑت صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ جہاں اس طرح

کا فقرہ بطور فرض کے پیش ہو سکتا ہے کیا وہاں اس طرح سے یہ فقرہ نہیں پیش ہو سکتا کہ کُتِبَ عَلَيْكُمُ والی آیت جو کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ الخ کی آیت جو اس آیت سے پہلے ہے اور آیت کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ جو اس کے بعد کی ہے اور بصورت فرض احکامِ شریعت جن کا عمل میں لانا اور ان پر عمل کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے نہایت ضروری ہے۔ اگر دادا باوجود فرضیت کے پھر بھی یتیم پوتے کی وصیت سے گریز کرتا ہے۔ حالانکہ فقرہ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ کی رُو سے اس وصیت پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس پر عمل کرنا متقین کے لئے بطور حق کے قرار دیا گیا ہے اور باوجود اس حکم کے دادا بھی یتیم پوتے کے لئے وصیت نہیں کرنا چاہتا تو وہ متقی مومن کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہ قسی القلب اور غلیظ القلب ہے جو یتیم پوتے کے متعلق بھی جذبۂ شفقت و ترحّم نہیں رکھتا۔ وہ تو سلیم الفطرت انسان کا نمونہ بھی نہیں رکھتا۔ حالانکہ اس کا یتیم پوتا اپنی یتیمی کی وجہ سے اس قابل تھا کہ اس کا قلب ترحّم کے جذبات سے نرم ہو کر پگھل جاتا اور اگر قرآن میں کوئی وصیت واجبات کے طور پر نہ بھی پائی جاتی پھر بھی یتیم پوتے کے حق میں اپنی جائداد سے کافی طور پر اس کے لئے وصیت کرتا۔ اب دین میں جبر تو ہے نہیں جو اس کی تعلیم پر عمل نہ کرے اور مرتدوں کی طرح قرآنی تعلیم سے بے تعلقی کا اظہار کرے ایسے سیاہ دل دادے کو کسی نے کیا مجبور کرنا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بات ہے کہ ایسا دادا بھی ہمیشہ اپنی جائداد پر قابض نہیں رہنے والا اور نہ ہی ایسا یتیم پوتا ہمیشہ یتیمی کی بیکسی اور نابالغی کی عمر کے لئے یتیمی کی حالت میں رہنے والا ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے خود اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى کا مخاطب انسان بھی جسے خدا تعالیٰ نے سردارِ دو جہاں بنایا اور دنیا کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کا بھی سرتاج ٹھہرا جس کا نہ باپ نہ مائی اور نہ بھائی اور نہ بہن۔ یتیمی کی حالت میں ہی تن تنہا اپنا وقت گزار کر اپنے خالق مالک خدا کی خارق نصرتوں اور برکتوں سے سید الانبیاء والمرسلین اور رحمۃ اللعٰلمین بنا دیا گیا۔ سو آپ لوگ جو یتیم پوتے کے لئے تکلفات کی راہ سے محض تصنع کے طور پر تجویزیں نکالتے ہیں جو قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے امۃ مسلمہ کے علماء کے اجماعی تعامل کے صریح خلاف بھی آپ لوگ تسلیم کرتے ہیں پھر نہ معلوم علماء اس جدید مشغلہ کی اس نئی بحث سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا دنیا میں ایسے یتیم بھی نہیں پلائے جاتے جن کی نسبت لکھا ہے مکذّب دین حسب کلامِ اقدس أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ۔ یتیم کو دھتکارنے والا اور دھکّے دے کر دروازے سے ہٹانے والا تھا اور کسی مسکین کو کھانا کھلانا تو درکنار کھانے کی ترغیب دلانے کی بھی اسے توفیق نہ مل سکتی تھی۔ پھر حسب فرمان اقدس فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (البلد ۱۲ تا ۱۷) کے ارشاد کی رُو سے کامل مومنوں کی یہ علامت بتائی گئی کہ ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ تنگ سے تنگ گھاٹی سے بھی گذرتے ہیں اور وہ تنگ گھاٹی یہ ہے کہ کسی غلام یا قیدی یا قرضہ دار کی گردن کو مصیبت کی گرفت

اور گرفتاری سے رہا کرانا اور سخت شدید بھوک والے روز میں ایسے یتیم کو جو رشتہ قرابت کا بھی تعلق رکھنے والا ہے یا ایسے مسکین کو جو کس مپرسی کی حالت میں خاک آلود اور خاک افتادہ حالت میں بھوکا پڑا ہے کھانا خود ان کو بلا کر یا ان کے پاس لے جا کر کھلانا یہ ہے تنگ گھاٹی سے گذرنے کی صورت جو اعلیٰ فطرت اور اعلیٰ اخلاق سے تعلق رکھنے والی خصلت ہے۔ اور سورۃ معارج میں یہ بھی ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ یعنی اعلیٰ حسن خصال و صالح اعمال والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دائمی طور پر نماز ادا کرتے رہتے ہیں اور نماز کے علاوہ ان کے اموال میں زکوٰۃ وغیرہ چند دن کی مقررہ اور معلومہ شرح کے مطابق حق بھی ہے جسے وہ ادا کرتے رہتے ہیں اور سائلین کو بھی دیتے رہتے ہیں اور جو محروم ہیں حصص وراثت سے یا وہ سوال نہیں کرتے اور یا وہ گائے بھینس بھیڑ بکری وغیرہ جانور جو ان کی تحویل میں زیر تربیت ہیں ایسی محروم مخلوق کو بھی اپنے مالوں سے دینے کا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حسب فرمان بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ہر انسان جو قرآن کریم کی پیش کردہ شریعت اور تعلیم ہدایت پر ایمان رکھتا ہے اس کے ذمے دو ہی طرح کے حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی ہستی کا حق کہ مومن انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی کے لئے بلحاظ عقائد و اعمال و اخلاق کامل فرماں بردار بن جائے۔ دوسرا حق یہ کہ مومن انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے قرآنی تعلیم کے مطابق محسن بن جائے اور اپنی خداداد روحانی جسمانی قوتوں اور طاقتوں سمیت اپنی زندگی کو مخلوق کے فائدہ اور نفع پہنچانے کے لئے ایک چشمۂ رحمت بن جائے اور اپنی زندگی کو ان دو مقصدوں کے لئے وقف کر دے یعنی تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اجمالی فقرہ کی قرآن کریم میں مختلف مقامات میں اور مختلف الفاظ میں تشریح بھی بیان فرمائی ہے۔ ایک جگہ سورۃ نساء میں یوں فرمایا ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ ..... عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے کامل عبد اور عابد بن جاؤ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک مت ٹھہراؤ اور خونی رشتوں میں سے سب سے اوّل والدین کے ساتھ ان کے احسان کے بدلے احسان کا سلوک کرو۔ ایسا ہی ان کے سوا دوسرے اہل قرابت سے بھی احسان کا سلوک کرو اور علاوہ ان کے یتیموں اور مسکینوں سے بھی اور رشتہ دار پڑوسیوں اور اجنبی ہمسایوں سے اور اپنے ہمنشیں لوگوں سے اور مسافروں اور راہروں سے بھی اور اپنے غلاموں اور مملوکوں سے بھی اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ فخر اور خود نمائی اور خود ستائی کی عادت والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی ان لوگوں کو جو خود بھی بخل سے کام لیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی جو بخل نہیں کرتے بخل کرنے کے لئے ابھارتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی وہ چیز جو اس نے انہیں محض اپنے فضل سے

دی ہے اسے محض بخل کے باعث پوشیدہ رکھنا پسند کرتے ہیں تا مبادا کوئی شخص اسے ان سے طلب کرنے کے لئے تحریک کر سکے۔ ایسے لوگوں کو بھلا ایمان کہاں نصیب جو کافروں کے کفر کا نمونہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور پھر بوجہ ایسے نمونہ کفر کے ایسے عذاب کے بھی مستحق بنے ہوتے ہیں جو ان کے لئے ایک دن ان کے نفاق کا بھانڈا پھوڑ کر اہانت سے ان کی ذلت اور رسوائی دکھانے والا ہو گا۔

قرآن کریم کے الفاظ متذکرہ مرقومہ جن میں حق اللہ اور حق العباد کے متعلق کسی قدر تشریح فرمائی گئی ہے ان میں والدین اور اہلِ قرابت کے علاوہ یتیموں اور مسکینوں وغیرہ پر احسان کرنے کی تعلیم ہدایت بھی پیش کی گئی ہے اور احسان کرنے کی بجائے مال و دولت رکھنے والوں کے بخل کرنے والوں کے لئے علاوہ وعید عذاب مہین کے ان کے بخل کے بُرے نمونہ کو کفر قرار دیا گیا ہے خواہ کفر کفرانِ نعمت کے معنوں میں یا کفر کفار کے بد نمونہ کی مشابہت کی رُو سے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کس قدر رحمت اور رأفت کا اظہار ہے کہ والدین کے علاوہ دوسرے یتیموں اور مسکینوں پر احسان کرنا بھی ضروری قرار دیا گیا۔ کیا ایسی تعلیم پُر شفقت و پُر رحمت کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے اور دادے کے ترکہ کے متعلق حسرت آلود داد بلا کرنا کہ یتیم پوتے کے لئے وہ کونسی صورت تجویز ہو سکتی ہے کہ جس کے ذریعے ظالم دادا یتیم پوتے کیلئے اپنی جائداد سے ایک حصہ وصیت کے طور پر لکھنے پر مجبور ہو سکے۔ جس خدا نے اپنی تعلیم ہدایت میں حق العباد کے متعلق فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم کے ارشاد کے مطابق سب مستطیع لوگوں کو احسان کرنے کا عام حکم دیا ہے۔ کیا یتیم پوتا جب دوسرے محسنوں کے احسانات سے بھی محروم نہیں رہ سکتا تو وہ کونسا دادا ایسا سیاہ دل اور بخیل ہو سکتا ہے جو مال و دولت اور جائداد رکھتے ہوئے شریعت کی رُو سے ذوالفرائض رشتہ داروں سے نہ بھی ہو تاہم یتیم پوتے کے لئے ویسے ہی بجذبۂ شفقت ضرور ہی کچھ دے گا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دادا سعید فطرت کے رکھتے ہوئے جو عام یتیموں اور مسکینوں پر بھی احسان کرنے کے لئے انشراحِ صدر بخشنے والی ہے۔ اس کے پاک جذباتِ مشفقانہ سے یتیم پوتا ہی محروم رہ سکے۔ ایسی خلافِ فطرت اور خلاف تعلیم دینِ حق بناوٹی باتیں اور مصنوعی اور فرضی تصورات اور تخیلات جو قرآنِ کریم کی صریح تعلیم کے بھی خلاف ہیں محض بے حقیقت اور لغو محسوس ہوتے ہیں۔ کیا وہ قرآن جس میں احساسِ فطرت کے متعلق یہاں تک الفاظ کو پیش کیا گیا ہے کہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب تجری من تحتہا الانہار لہ فیہا من کل الثمرات واصابہ الکبر ولہ ذریۃ ضعفاء فاصابہا اعصار فیہ نار فاحترقت کذالک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون (البقرہ ۲۶۷) یعنی بڑھاپے کی عمر میں جبکہ بوڑھے باپ کی ضعیف اولاد بھی موجود ہو کوئی پسند

کرتا ہے کہ اس کے باغ کو جو ہر طرح کے ثمرات سے بارور ہے اس میں بگولہ کے ذریعے شعلۂ آتشیں پڑے جس سے وہ سب باغ جل کر خاکستر اور راکھ ہو جائے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس خدا نے انسانی فطرت کے لئے ایسا احساس بھی ملحوظ رکھا ہے کیا یتیم پوتے کی محرومی کا مسئلہ جو دادے کے ترکہ سے تعلق رکھتا ہے وہ خدا اسے بھول گیا۔ یا کَذٰلِكَ یبین اللّٰہ لکم الایات لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ کے ارشاد کے صریح خلاف مسائل وصایا کی تعلیم پیش کردہ کے متعلق یتیم پوتے اور دادا کے ترکہ کی وراثت کے مسئلہ کو زیر بحث لا کر ایک لغو اور بیجا جرح قدح کی صورت پیدا کر دی جس کی قطعاً ضرورت نہ تھی یوصیکم اللّٰہ۔ والے رکوع کے شروع ہونے سے پہلے حسب ذیل آیت ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا مِنْ خَلْفِھِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْھِمْ فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (النساء آیت ۹ تا ۱۱)۔ اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (دوسرے) قرابت دار اور یتیم اور مسکین (بھی) آجائیں تو اس میں سے کچھ انہیں (بھی) دیدو۔ اور انہیں مناسب (اور عمدہ) باتیں کہو۔ اور جو لوگ ڈرتے ہوں کہ اگر وہ اپنے بعد کمزور اولاد چھوڑ گئے تو اس کا کیا بنے گا ان کو (دوسرے یتیموں کے متعلق بھی) اللہ کے ڈر سے کام لینا چاہیئے اور چاہیئے کہ وہ صاف اور سیدھی بات کہیں۔ جو لوگ ظلم سے یتیموں کے مال کھاتے ہیں وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں۔ اور وہ یقیناً شعلہ زن آگ میں داخل ہوں گے۔

کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی عقل اور علم والا کہہ سکتا ہے کہ یتیم پوتے کو دادا کی جدی جائداد سے محروم کیا گیا ہے جبکہ ترکہ کی تقسیم کے موقع پر کیا رشتہ دار اور کیا یتیمی اور کیا مساکین سب کو فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْهُ کے حکم سے جائداد اور ترکہ کی تقسیم سے حسب گنجائش محروم نہیں رکھا گیا۔ اور پھر وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا مِنْ خَلْفِھِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْھِمْ فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ کے عبرتناک الفاظ اور دردمندانہ نصیحت سے جو سخت سے سخت دلوں کو نرم کرنے کے لئے بھی ایک تازیانہ ہے۔ کیا ممکن ہے کہ یتیم پوتے کو دادے کی جدی وراثت سے محروم کرنے کے لئے تغافل سے کام لیا گیا ہو۔ جب ذوی الفروض کے حصہ داروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی جو ذوی الفرائض سے نہیں ان کے لئے بھی بطور سفارش کچھ نہ کچھ حسب گنجائش دینے کے واسطے توجہ دلائی گئی ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت ذوالقربیٰ ہوں۔ انہیں بھی اور یتامیٰ ہوں تو انہیں بھی بلکہ مساکین ہوں انہیں بھی کچھ ضرور دے دینا چاہیئے اور علاوہ اس تاکیدی ہدایت کے جو عبرتناک الفاظ میں پیش کی گئی ہے ان یتامیٰ کے لئے جو فی الواقعہ وارث ہوں ان کے ورثہ سے

انہیں محروم کرنے والے اور ان کے حقوق کو دبا کر کھانے والوں کے لئے جو الفاظ خطرناک وعید کے متعلق پیش کئے گئے ہیں ذرا انہیں بھی ملاحظہ فرما لیا جائے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا..... الخ۔ یعنی یقیناً جو لوگ یتیموں کے اموال جو انہیں جدی وراثت سے حصہ میں ملنے والے ہوں یا دوسرے اموال کے بحالت یتیمی وارث ہوں جو بھی ان کے اموال ظالمانہ طور پر کھائیں گے وہ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ ڈالنے والے ہوں گے جس کی سزا میں وہ دوزخ کی سزا بھگتیں گے اور ایندھن کی طرح دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ دیکھو یہ کتنا المناک شدید وعید ہے۔ تو یتامیٰ خواہ ذوی الفروض سے ہوں یا عصبات سے یا عام ذوالقربیٰ کی حیثیت رکھنے والے ہر حال ہی میں تعلیم ہدایت کی رُو سے انہیں محروم نہیں رکھا گیا۔ کیا ضروری ہے کہ یتیم پوتا دادے کے ترکہ سے ذوی الفروض کے حصص کی طرح ہی ورثہ پائے تب ہی وہ محرومی سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ اس صورت کے سوا اور کسی صورت کے ذریعے یتیم پوتے کی تلافی نہیں ہو سکتی اور اس پر یہ واویلا کرنا کہ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا نِ الْوَصِیَّةُ کی آیت کی رُو سے بعض علماء نے یہ صورت بھی یتیم پوتے کے لئے پیش کی ہے کہ دادا یتیم پوتے کے لئے وصیت بھی کر سکتا ہے مگر اس صورت کو بھی علماء کافی نہیں سمجھتے۔ چنانچہ اس صورت کے متعلق بھی اظہارِ حسرت سے یہ اندیشہ پیش کیا ہے کہ فرض کرو کہ دادا وصیت نہ بھی کرے تو پھر یتیم پوتے کے متعلق کیا صورت ہو سکے گی۔ اور اس کے دوہرے غم کے لئے کیا تدارک ہوگا اور دادے کی کونسی صورت میں مجبور کیا جائے گا کہ وہ یتیم پوتے کے لئے ضرور ہی وصیت کے ذریعے جائداد کا کچھ حصہ مقرر کر دے۔ کیا دادے کی وصیت کے بعد بھی یتیم پوتے کی وصیت والے ورثہ کو اگر چچا ہی دبا جائے اور بھتیجا کو نہ دے تو یہ گناہ ہوگا۔ کیا یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَکُمْ جیسے لوگ نہیں بن جاتے جو آگ کھاتے ہیں۔ ان الفاظ سے اس مصنوعی شفقت اور تکلف نماء جذبۂ ہمدردی سے یہ محسوس ہوتا ہے جو بطور ضرب المثل مشہور بات ہے کہ جو ماں سے بڑھ کر پیار دکھلائے ”وہ کٹنی“ کہلائے۔

ان الفاظ سے خدا کی پیش کردہ پُر حکمت تعلیم پر بھی اعتراض کی صورت پیدا ہوتی ہے کہ یتیم پوتے کو دادے کی جدی وراثت سے بیوجہ محروم کر دیا گیا حالانکہ شریعت میں حسب فرمان تبیاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ اور حسب ارشاد مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ اور حسب کلام اقدس اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ... الخ دین کی تعلیم میں کامل علم رکھنے والوں کے لئے کامل دین کی کامل تعلیم میں کچھ بھی کمی نہیں پائی جاتی۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ والے رکوع میں جہاں ذوی الفروض کے حصص کا ذکر کیا گیا ہے وہاں چار دفعہ صاحب ترکہ کی جائداد کی نسبت یہ الفاظ بھی دہرائے گئے ہیں چنانچہ پہلے مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ فرمایا

پھر اس کے بعد زوجہ کے ترکہ کی نسبت فرمایا من بعد وصیۃ یُوْصِیْنَ بِھَا اَوْ دَیْنٍ پھر شوہروں کے ترکہ کے متعلق فرمایا۔ من بعد وصیۃ توصون بِھَا اَوْ دَیْنٍ پھر بعد اس کے کلالہ کے ترکہ کے متعلق فرمایا من بعد وصیۃٍ یوصیٰ بِھَا اَو دینٍ۔

ان الفاظ کے متعلق غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا کہ باوجود اس وصیت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب ترکہ کی جائداد کے متعلق ذوالفرائض وارثوں کے مقرر حصص کے طور پر بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس وصیت سے بھی ایک وصیت کی ادائیگی کو مقدم فرمایا ہے کہ ذوالفروض کے حصص والی وصیت سے بھی پہلے اس وصیت کو ادا کرنا ضروری ہے اور وہ وصیت اس حیثیت کی ہے کہ اس کے ادا کرنے کو دَیْن یعنی قرض کے معاملہ کی ادائیگی کے ساتھ ذکر کرنے سے اہم قرار دیا ہے بلکہ دَین کے لفظ کو اس وصیت کے بعد اور وصیت کو دَین سے مقدم رکھنے سے اس کی اہمیت کو اور بھی نمایاں طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اب یہ وصیت یا تو وہ ہو سکتی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود کے رسالہ الوصیت کی رُو سے بہشتی مقبرہ والوں کے متعلق شائع کیا گیا ہے کہ ہر موصی اپنی جائداد کے متعلق وصیت کرے کہ زیادہ سے زیادہ $\frac{1}{3}$ حصہ اور کم از کم $\frac{1}{10}$ حصہ مقرر کر کے اس کا اعلان کرا دے کہ اس کی موت کے بعد اس کی جائداد سے مقررشدہ حصہ جس کا اعلان بھی کرا دیا گیا ہے دین کی اشاعت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے انتظام کے سپرد کرا دیا جائے۔ یا خود صدر انجمن احمدیہ موصی کی وصیت کے مطابق حصۂ وصیت وصول کر لے۔ اور اس طرح کی وصیت آیت اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واَمْوَالھم انَّ لھم الجنّۃ کی رُو سے اور آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ اور حضرت مسیح موعود کی طرف سے رسالہ الوصیت کا شائع فرمایا جانا جس کے متعلق ہی صحیح مسلم کی حدیث میں لکھا ہے یحدّ ثھم بدرجاتھم فی الجنۃ اور اس حدیث سے وہ درجات ہی مراد ہو سکتے جو $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{10}$ تک پر وصیت درجات جنت پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ اور یا پھر یہ وصیت وہ ہو سکتی ہے جس کی نسبت لکھا ہے کہ کتب عَلَیْکم اذا حضر احدکم الموت ان ترکَ خیرا نِ الوصیّۃ للوالدین والاقربین بالمعروفِ حقًّا علی المتقین فمن بدّلہ بعد ما سمعہ فَاِنّما اِثمہٗ علی الذّین یبدّلونہٗ اِنَّ اللہ سَمِیْعٌ علیم۔ فمن خافَ منْ موصٍ جنفًا او اثمًا فاصلح بینھم فلا اثم علیہ۔ اِنَّ اللہَ غفورٌ رحیم۔

اس وصیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں کتب علیکم کے لفظ سے اس قدر وقعت اور اہمیت کو نمایاں کیا گیا ہے کہ جس طرح اس آیت سے پہلی آیت میں قانونِ قصاص کی اہمیت کے ظاہر

کرنے کے لئے کتب علیکم القصاص اور بعد کی آیت میں کتب علیکم الصیام کا قانون یعنی روزہ کا قانون خواہ وہ کفارہ یمین کا دائرہ ہو یا کفارہ ظہار کا۔ خواہ دیت کا اور فدیہ کا یا ماہ رمضان کا روزہ جو عبادات اور طاعات کی قسم سے ہے۔

اب یہ وصیت جس کی فرضیت کے اظہار کے لئے کُتِبَ عَلَیْکُمْ کا فقرہ اسی طرح پیش کیا گیا ہے جس طرح کہ قبل میں قصاص بعد از صیام کے لئے کتب علیکم استعمال فرمایا گیا۔

آیت کتب علیکم اذا حضر احد کم الموت ان ترک خیران الوصیۃ للوالدین وَالْاَقْرَبِیْنَ کو بعض دوسرے علماء کی نسبت بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ یہ وصیت دادے کی طرف سے یتیم پوتے کے لئے بھی ہوسکتی ہے لیکن علماء نے آیت کو صرف ان ترک خیران الوصیۃ تک پیش کیا ہے اور اس کے بعد کے الفاظ یعنی لِلْوَالِدَیْنِ وَ الاقربین حقاً علی المتقین کو نقل نہیں فرمایا شاید اس لئے کہ دادے کی وصیت تو یتیم پوتے کی نسبت ہم نے بفرض استدلال پیش کرنی ہے اور آیت میں بجائے یتیم پوتے کے للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین لکھا ہے کہ صاحب ترکہ جو مرنے والا ہے وہ والدین اور اقربین کے لئے وصیت کرے اور پھر بالمعروف کے لفظ سے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ وصیت دستور کے مطابق کی جانی چاہیئے نہ کہ دستور کے خلاف جیسا کہ کتب علیکم کے معنے کی اہمیت اس طرف لطیف طرز پر اشارہ کرتی ہے۔

وقتِ موت والدین اور اقربین کے لئے وصیت

آیت کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ پر نظرِ تحقیق و تدبر

۱۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یوصیکم اللہ والے رکوع میں جن ذو الفروض کے حصص تقسیم وراثت کا ذکر کیا گیا ہے وہاں بار بار اس بات کا ذکر فرمایا جاتا کہ ذوالفروض کو حصص ادا کرنے سے پہلے وصیت اور دَین کو ادا کرنا نہایت ضروری ہے اور گو جائداد صاحب ترکہ سے وارثوں کو حصہ وراثت کا دیا جانا بھی ضروری ہے لیکن صاحبِ ترکہ کی وصیت اور دین کا ادا کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ وصیت کا ادا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ کتب علیکم اذا حضر احد کم الموت ان ترک خیران الوصیۃ کے حکم کے ماتحت کی گئی ہے جس کی تعمیل اہم فرائض کی ادائیگی سے ہے اور

دین کی ادائیگی خود ظاہر ہے کہ دین لینے والے کے ذمے بطور واجب الادا اور حق کے لازمی ہے جس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا اور اصحاب الفرائض والوں کے حصص تو بطور قرابت بصورت گنجائش ہوتے ہیں وہ بھی وصیت اور دین کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ سکے تو اس صورت میں ورنہ کچھ نہ بچنے کی صورت میں اصحاب الفرائض بھی سب کے سب محروم ہی رہتے ہیں اور فقرہ آیت کہ ان ترک خیران الوصیۃ کے الفاظ میں ترکہ کی شرط کو پیش کیا گیا ہے کہ اگر ترکہ ہو تو ترکہ کے ساتھ وصیت کا تعلق پایا جاتا ہے اگر ترکہ ہی نہ ہو تو ترکہ نہ ہونے سے وصیت کیسی۔

۲۔ اگر آیت کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیران الوصیۃ اور اس کے ماقبل اور مابعد کی آیات کو بنظر تسلسل دیکھیں تو لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کا رکوع جس میں آیت کتب علیکم القصاص اور آیت کتب علیکم اذا حضر... الخ پائی جاتی ہے اور پھر اس رکوع کے بعد کی آیت کتب علیکم الصیام۔ ان آیات میں پیش کردہ احکام کی غرض و غایت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون یعنی سچے طور پر تقویٰ اختیار کرنا۔ یعنی جن میں یہ علامات پائی جاتی ہیں کہ وہ اللہ پر اور دن آخر پر اور ملائکہ اور کتب اور نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور مال کو باوجود اس کی محبت کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر ذوی القربےٰ کو بھی دیتے ہیں اور یتیموں کو بھی اور مسکینوں کو بھی اور مسافروں کو اور سوالیوں کو بھی اور غلاموں کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بھی دیتے ہیں اور علاوہ اس کے نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اور وفائے عہد کرنا اور فقر و فاقہ اور بیماری کی حالت میں اور بحالت اپنی مومنانہ حالت پر استقلال کے ساتھ مستقیم الاحوال رہنا ایسے اوصاف والے لوگ دعویٰ ایمان میں صادق اور راستباز ہیں اور یہی لوگ ہیں جنہیں متقی کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح اس کے بعد کی آیت کتب علیکم القصاص کی رُو سے جو مسئلہ قصاص کے متعلق بطور قانون پیش کی گئی ہے اس کی غرض و غایت کے متعلق بھی فرمایا کہ ولکم القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون یعنی قصاص کے قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ مومنو تم متقی اور تقویٰ شعار بن جاؤ۔ اور قصاص کے قانون کے ذریعے تم بیجا حملہ سے کسی کے قتل یا اذیت پہنچانے سے بچو اور باز رہو تا تم بھی قصاص کی سزا سے بچے رہو۔ اسی طرح قانون صیام کو بھی کتب علیکم الصیام کے ارشاد پیش کرنے کی غرض و غایت بھی لعلکم تتقون کے الفاظ میں تقویٰ شعاری اور متقی بننا ہی قرار دیا گیا ہے تا روزہ کے ذریعے منہیات سے مومن انسان محفوظ رہیں۔ اور جب روزہ کی حالت میں حلال اور جائز استعمال والی اشیاء کا استعمال

ترک کر دیا جاتا ہے تو ممنوعات کا ترک کرنا عند العقل اور عزم طبیعت کے ابھارنے کے لحاظ سے اور بھی مناسب تر معلوم ہوتا ہے۔ پھر روزہ کے ذریعے دو قسم کی وقتی قربانی کی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ ایک یہ کہ کھانے پینے کی اشیاء جن پر شخصی زندگی کے قیام کا دارومدار رکھا گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے ترک کر دینا جو شخصی اور نفسی قربانی کی بھی ایک صورت پائی جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ سلسلۂ نسل جو زن و شوئی کے تعلق مخصوص کے نتیجہ میں پایا جاتا ہے اس کی قربانی کہ بحالتِ روزہ زن و شوئی کے مخصوص تعلق کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے۔ پس جو مومن روزہ دار ان دو قسم کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اس کی محبت کے لئے یہ تقویٰ شعاری کا نمونہ اختیار کر لیتا ہے تو وہ حسب ارشاد لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا و لکن ینالہ التقویٰ منکم اور حسب فرمان کہ الصّوم لی وانا اجزی بہ خدا تعالیٰ کے قرب و وصال کی نعمت اور برکت اسے حاصل ہو سکتی ہے۔

۳۔ اب یہ صورتِ سوال کہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت .... حقًا علی المتّقین کی آیت میں کس قسم کی وصیت مراد لی جا سکتی ہے للوالدین والاقربین کے فقرہ سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کی وصیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس وصیت کو بطور فرض کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ وصیت والدین کے متعلق پیش کرنے کے لحاظ سے اولاد کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ گو علیکم اور اَحَدَکُمْ اور اِنْ تَرَكَ کے صیغۂ تذکیر کی رُو سے اولاد میں سے بیٹیوں کی نسبت بیٹوں کے متعلق تغلیبی صورت نمایاں محسوس ہوتی ہے ایسا ہی والدین کے علاوہ وصیت کرنے کا حکم دوسرے نمبر پر اقربین کے متعلق بھی پایا جاتا ہے اور جس طرح والدین کے لفظ سے وصیت کرنے والا موصی اولاد میں سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح اقربین کے متعلق وصیت کرنے والے موصی کی وصیت بھی انہی اقربین سے تعلق رکھتی ہے جو موصی کے لئے رشتۂ قرابت میں بہت ہی قریب ہیں جیسے اولاد اور بھائی وغیرہ مردوں سے اور بیوی اور بہن عورتوں سے اور اس وصیت کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اسے ذوو الفرائض اصحاب کے حصص ذکر کرنے کے سلسلہ میں من بعد وصیۃ یوصیٰ بھا او دین اور اس طرح کا فقرہ چار دفعہ دہرایا گیا ہے کہ ذور الفروض کے حصص کی تقسیم سے بھی پہلے اس وصیت کو ادا کرنا ازبس ضروری ہے اور اتنا ضروری ہے کہ اس وصیت کو دین سے بھی مقدم رکھا گیا ہے اس لئے کہ دین کی نسبت تو ان کان ذوا عُسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ کے علاوہ ان تصدّقوا خیر لّکُم ان کنتم تعلمون کی سفارش سے صدقہ کی صورت میں دین کو منتقل کر دینے کو ترجیح بھی دی ہے لیکن اس وصیت کے متعلق اس کی اہمیت بلحاظ فرضیت و ادائیگی ساتھ ہی حقًا علی المتقین سے اور بھی واضح کر دی ہے بلکہ فقرہ فمن بدّلہ بعدَ ما سمعہٗ

فانّما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم (سورہ البقرہ) کے الفاظ سے اس بات کا خدشہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ وصیت اس قسم کی ہے کہ اس وصیت کے الفاظ سن لینے کے بعد بعض رشتہ داروں کا اپنی خود غرضی کے باعث اس وصیت کو تبدیل کرنے کیلئے بھی جو گناہ ہے کوشش کرنے کا امکان بھی ہو سکتا ہے اور اس گناہ کی یا کجی کی صورت کا پیدا ہونا اگر موصی کی طرف سے وقوع میں آنے کا امکان ہو تو موصی اور اس کے رشتہ دار افراد کے درمیان تنازع کی صورت پیدا ہونے پر جو شخص اصلاحی صورت عمل میں لاکر تنازعہ کی صورت کو درست کرنے والا ہو گا اس پر کوئی گناہ نہیں اور وصیت کے متعلق تنازعہ پیدا ہونے کے بعد وصیت کے متعلق مصالحت کرنے والوں کا باہمی صلح کرا لینے سے تنازعہ پیدا کرنے میں کسی قسم کا گناہ بھی ہو گا تو اللہ تعالیٰ جو غفور رحیم ذات ہے صلح کرانے والے کی اس کوشش کو گناہ قرار نہیں دے گا۔

۴۔ ان الفاظ آیت مرقومہ سے جو اس قسم کی وصیت کے ہیں اس کی تبدیلی کو گناہ کے ارتکاب کرنے کے لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے یہ بھی اس کی خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ حالانکہ وصیت کرنے والا موصی اپنی وصیت اپنے والدین اور اقربین کے متعلق بطریق معروف اور حسب دستورِ شریعت خدا تعالیٰ کے اس خاص حکم کی تعمیل میں جو کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ...... حقاً علی المتّقین کے واضح الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ عمل میں لایا گیا ہے۔ اب طبعاً دل میں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ جب موصی اپنے والدین اور اقربین کے متعلق وصیت کو فرض سمجھ کر اس کی تعمیل بجا لاتا ہے تو بعض رشتہ داروں کا اس وصیت کی تبدیلی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے گناہ کا ارتکاب کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اور تبدیلی کی جسے گناہ قرار دیا گیا ہے کی غرض و غایت کیا سمجھی جا سکتی ہے۔ تو وصیت کی نوعیّت پر غور کرنے سے یہ والدین اور اقربین وہ معلوم ہوتے ہیں جو نہ ذوی الفرائض کی نوع سے ہیں اور نہ یہ بھی عصبات کی نوع سے۔ اور وہ والدین اور اقربین دراصل غیر مسلم ہیں جنہیں نہ تو ذوالفروض سے قرار دیا گیا ہے نہ ہی عصبات سے بلکہ غیر مسلم ہونے سے ان کا کفر ذوالفروض اور عصبات کے حصص اور وراثت ترکہ سے انہیں محروم رکھنے والا ہے لیکن باوجود ان کی اس قسم کی محرومی کے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ حسب فرمان انّ اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ۔ غیر مسلم والدین ہوں یا بھائی بہن یا بیوی عیسائی اور یہودی ہونے سے غیر مسلم ہو اس قسم کے والدین اور اقربین اور متعلقین کے متعلق بھی ضرور وصیت کی جائے۔ اور اس وصیت کو ایسا اہم سمجھیں کہ دوسرے اصحاب فرائض کے حصصِ وراثت کی ادائیگی اس وصیت کے ادا کرنے کے بعد ہونی چاہیئے اور سب سے پہلے اس وصیّت

کوادا کیا جائے جو غیر مسلم والدین اور اقربین کے متعلق کی جائے اور جس وصیت کی رُو سے غیر مسلم والدین اور اقربین کے متعلق وصیت جو ترکہ سے ثلث یعنی ⅓ حصہ جائداد تک ہی ہو سکتی ہے اور جس کے ادا کرنے کے موقع پر اپنے رشتہ دار جو مسلمان ہیں یہ سوال اٹھاتے ہوئے کہ جائداد کا تیسرا حصہ غیر مسلموں کو دینے میں تنازع کی صورت پیدا کرنے سے وصیت کو تبدیل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں جیسے ثلث یعنی ⅓ حصہ تک غیر مسلم والدین اور بہن بھائی اور بیوی جو غیر مسلمہ ہے اس کے حصہ کو تقسیم کرنا اور مسلمان رشتہ داروں کا اس سے مزاحم ہو کر غیر مسلموں کو وصیت کے مطابق فائدہ اٹھانے سے محروم کرنے کی کوشش کرنا جس سے اثم کا ارتکاب لازم آتا ہے اور آیت تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان کی رُو سے جیسے البرّ فرمان لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون (سورۃ النساء) محبوب اور مرغوب چیزوں کی قربانی سے برّ والی نیکی نصیب ہوتی ہے جس کے عمل سے انسان ابرار میں داخل ہوتا ہے۔ کیونکہ ابرار بننے والوں کو برّ کی نیکی نے ہی ابرار بنایا ہے اور برّ کے مقابل التقوٰے ہر قسم کی بدی اور برائی سے بچنے اور پرہیز کرنے سے تعلق رکھنے والی کوشش اور نیکی ہے۔ اسی طرح نقرہ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے نقرہ میں اثم کے لفظ کو عدوان کے مقابل رکھ کر جتایا گیا ہے کہ عدوان کا گناہ بحالت سزا و انتقام حد سے زیادہ سزا کا دینا ہے اور اثم وہ گناہ ہے جو اصل حق سے کمی کی صورت میں پیش کیا جائے جس کی ایک مثال آیت ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانّہ آثم قلبہ میں پائی جاتی ہے کہ گواہی پیش کرنے کی بجائے اسے پوشیدہ رکھ کر اصل حق کے اظہار کو دبا کر کمی کی صورت کے گنہ کا ارتکاب کرنا۔ تو اثم کو عدوان کے مقابل رکھ کر بتایا گیا کہ جس طرح عدوان بے جا زیادتی کا گنہ ہے اسی طرح اثم حق سے کمی کرنا یا کمی پیش کرنے کی صورت کا گناہ ہے۔ اور مسلم رشتہ داروں کا غیر مسلم والدین اور اقربین کے متعلق وصیت میں اپنی خود غرضی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے غیر مسلم والدین و اقربین کو وصیت کے فائدہ سے انہیں محروم کر کے نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا یہ کمی بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک اثم ہی ہے جو کسی کی حق تلفی کے گناہ پر اطلاق پاتا ہے۔ ایسے موقع پر جبکہ بعض رشتہ دار وصیت کی تبدیلی کے گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں یا یہ صورت کہ موصی کے متعلق خوف پیدا ہو جائے کہ وہ ثلث یعنی ⅓ کے حصہ جائداد سے بھی زائد حصہ ان غیر مسلموں کو دینا چاہیے یا حنفاً کی رُو سے اپنے ذوو الفرائض کو ان کے حصص سے محروم کر کے اپنی غیر مسلمہ بیوی یا دوسرے غیر مسلموں کو ہی سب کچھ دے دینے کی وصیت کرنے والا ہو تو اس صورت میں اگر کوئی شخص دونوں طرح کے رشتہ داروں کے درمیان تنازعہ کی صورت کی اصلاح کر دے تو اس طرح کی صلح میں کمی بیشی بظاہر

معلوم بھی ہو تو وہ گناہ میں محسوب نہ ہو گی اور خدا تعالیٰ جو غفور رحیم ہستی ہے صلح ہو جانے پر بد نتائج سے مغفرت فرما کر محفوظ ہی فرمائے گا۔ اس آیت سے مضمون کا ایک رُخ یہ ہے۔

۱۔ آیت مرقومہ کا وہ پہلو جو اوپر فقرہ بعد وصیۃ توصون بھا او دین وغیرہ کے لفظ وصیت اور دَین کے تکرار کے لحاظ سے غیر مسلم والدین اور اقربین کے متعلق پیش کیا گیا ہے اگرچہ وہ بھی ایک مستقل صورت مسئلہ وصیت کی ایک ضرورت حقہ دینیہ کو پورا کرنے والی ہے لیکن بعض مسائل ایک ہی آیت سے استخراج کرتے ہوئے حاصل ہو سکتے ہیں جن سے بعض دینی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں اور جس طرح بعض مسائل کے حل کرنے کے لئے قرآن کریم کی مختلف سورتوں کے مختلف مقامات میں غور اور تدبر کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے اسی طرح بعض دفعہ کسی آیت کے سیاق و سباق اور ماقبل اور مابعد کے الفاظ پر غور کرنے سے پہلے پچھلے الفاظ کی ترتیب اور اسلوب بیان سے ایک جدید صورت مسئلہ کی سمجھ میں آجاتی ہے۔

مثلاً یہی آیت جس کی رُو سے غیر مسلم والدین اور اقربین کے متعلق مسئلہ وصیت کی صورت پیش کی گئی ہے۔ اس آیت سے معاً پہلے قانون قصاص کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا یا ایّھا الّذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عُفی لہٗ من اخیہ شیءٌ فاتباعٌ بالمعروف واداءٌ الیہ باحسان ذالک تخفیفٌ من ربکم ورحمۃ فمن اعتدیٰ بعد ذالک فلہٗ عذاب الیم۔ ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ (البقرہ آیت ۱۷۹۔ ۱۸۰)

اب اس کے بعد معاً فرمایا کہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت .... حقاً علی المتقین

ان دونوں آیتوں کی جو قصاص اور وصیت کے متعلق بالاتصال ایک ترتیب کے ساتھ پہلو بہ پہلو رکھی گئی ہیں کئی حکمتیں رکھتی ہوں گی اور علمی وسعت کی رُو سے کئی طرح کے حقائق اور معانی پر مشتمل پائی جاتی ہوں گی۔ لیکن ایک پہلو اس ترتیب سے یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ آیت قصاص میں فقرہ کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کے بعد الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ کے تین طرح کے انسانوں کو قصاص کے لئے مخصوص کرنا کسی حقیقت پر ہی دال ہو سکتا ہے۔ بعض مفسرین جن میں امام رازی بھی ہیں انہوں نے الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ کے الفاظ کو مقدرات کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے کہ دراصل عبارت یوں ہے ان کان الحر قاتلاً فاستقص بذالک الحر یعنی اگر قاتل حر ہو تو قصاص اسی قاتل حر سے لیا جائے اسی طرح العبد اور الانثیٰ کے متعلق بھی یہی تقدیر سمجھ لی جائے۔

۲۔ قصاص کا قانون چونکہ مقتولوں کے قتل کئے جانے پر حکومت کی طرف سے برابر کا بدلہ لینے سے مقتولوں

کے وارثوں کے جذبۂ انتقام اور جوشِ حمایت کو جس کے ذریعے ملک میں دُور تک فسادات کے پھیلنے اور کشت و خون کے دروازے کھلنے کا امکان ہو سکتا ہے اطمینان اور سکینت کے ساتھ دبانے اور ٹھنڈا کرنے کیلئے عمل میں لایا جاتا ہے۔ لیکن عرب کے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی حالت جو جوش غضب و جذبۂ انتقام کے لئے پائی جاتی تھی اور مزید برآں خاندانی وجاہت اور جتھے کی طاقت پر اس قدر فخر اور غرور دماغ میں سمایا ہوتا جس سے ان کی غضبناکی جوشِ انتقام کے ابھارنے کے لئے ایک حشر بپا کرنے والا طوفان بن جاتی۔ ان کا کشت و خون کے لئے نسلاً بعد نسلٍ کینہ اور غضب کے ساتھ مسلسل حملے کرتے جانا جو کسی ایک دو یا تین نسلوں تک جا کر ختم ہو جانے والا اور رُک جانے والا ہوگا اس کی امید ہی نہ ہوتی۔ ان کا انتقامی جذبہ اور جوش معمولی سی مخالفت پر بھڑک اٹھتا۔ کبھی کسی گدھی کے باعث کبھی کسی اونٹ کے باعث جو کسی کے کھیت میں گھسنے سے فتنہ اور فساد اور قتل اور کشت و خون کی آگ مشتعل ہو جاتی اور پھر ملک اور قبائل اور ماحول کی آبادیوں تک راکھ کر دیتی۔ ایسی طبائع کے لوگوں کے لئے جو حد سے زیادہ متکبر اور درندہ صفت وحشی تھے اور کمی خیال سے اپنے تئیں الحر سمجھتے اور دوسروں کو الحر سمجھنا قطعاً پسند نہ کرتے اور ان کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص شخص تک بدلہ کو محدود نہ کرتے بلکہ ان کی غضبناکی جوشِ انتقام سے وہ طوفان برپا کرتی کہ ایک شخص کے قتل کئے جانے پر دوسرے قبیلہ کے سارے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو جب تک تہ تیغ نہ کر لیتے انہیں چین نہ آتا۔ ان حالات میں ایسے درندہ خصلت کسی دوسرے قبیلہ کے حر یا ان کے عبد یا ان کی انثیٰ کو اپنے قبیلہ کے حر یا عبد یا انثیٰ کے برابر کہاں قرار دے سکتے تھے یا اپنے حر اور عبد اور انثیٰ کے مقتول ہونے پر صرف بدلہ میں ایک شخص جو قاتل ہوتا قصاص کو اس کے قتل تک محدود رکھنا یہ امر ان کے لئے ناممکن اور بعید از جذبہ طبیعت تھا اور یہ امر کہ وہ فمن عفی لہ من اخیہ شئ فاتباع بالمعروف واداء باحسان کے مطابق عمل کی صورت اور نمونہ دکھانے والے ہوتے ان کی تند و تیز اور سخت طبیعت سے مبنہات کچھ مناسبت ہی نہ رکھتی تھی۔ اب ایسی جنگجو اور متکبر اور فخر اور غرور کے باطل تصورات اور تخیلات میں نسلاً بعد نسلٍ پرورش پانے والی قوم کا اسلامی تعلیم کے ذریعے بدل جانا کس قدر خارق عادت اور اعجاز نما نشان رسولِ عرب کا ہے۔ اللھم صلّ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

۳۔ اب اس کے بعد مسئلہ قصاص پر نظر ڈالنے سے الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی عدالتوں کے سامنے کیا "الحر" بالحر" یعنی ہر ایک حر کو دوسرے حر سے مساوات پر رکھا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں ایک حر دوسرے حر سے قصاص کے قانون میں برابر ہوگا۔ ایک العبد دوسرے العبد سے قصاص کے قانون سے مساوی قرار دیا جائے گا اسی

طرح ایک الانثیٰ دوسری الانثیٰ سے قصاص کی رُو سے برابر سمجھی جائے گی۔

قصاص کے قانون میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعایت بطور تخفیف و رحمت یہ بھی ہے کہ مقتول کے وارثوں کی طرف سے عفو کی صورت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں کی طرف سے قاتل کو معافی مل جائے کہ ہم بصورت قتل قصاص لینے کو معاف کرتے ہیں تو ایسی صورت میں قاتل کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو بطور دیت حسب رواج عُرفی بطور احسان کے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ اب اس پرانے زمانۂ جاہلیت کے خطرناک رسم و رواج کے مقابل اسلام کی یہ تعلیم قصاص کے متعلق اس طرح کی تخفیف کے لحاظ سے کتنی بڑی رحمت ہے۔ ہاں اس کیفیت اور رحمت سے فائدہ اٹھانے والوں پر آئندہ ضروری ہے کہ وہ ایسی قبیح حرکت اور قتل کے ظالمانہ فعل سے باز رہیں۔ ورنہ پھر سزا سے بچنا نہ ہو سکے گا۔

۴۔ اب اس تخفیف اور رحمت کا نمونہ جو آیت کتب علیکم القصاص کے متعلق قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح کا نمونہ اس رکوع میں آیت مسئلہ قصاص کے بعد کی آیت میں جو کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ۔ ۔ ۔ ۔ حقاً علے المتقین ہے دکھایا گیا ہے۔ مذہبی نفرت جو ایک مذہب والوں کو دوسرے مذہب والوں سے ہے وہ دنیا کے اہلِ مذاہب کے باہمی بغض و عناد سے ظاہر ہی ہے۔ ان حالاتِ تباغض و تنافر کے ہوتے ہوئے کیا کرتی۔ یہودی اپنے عیسائی ماں باپ یا اقارب سے یا عیسائی اپنے یہودی ماں باپ کے متعلق اس طرح کی اپنی مذہبی تعلیم کی رُو سے وصیت کر سکتا ہے کہ میرے والدین اور میرے اقربین کو میری جائداد کا ۱/۳ حصہ میری وفات کے بعد ضرور ملنا چاہیئے بلکہ ہم مذہب وارثوں سے بھی میرے والدین اور اقارب کو پہلے میری وصیت کے مطابق حصہ جائداد دے کر بعد میں دوسرے وارثوں کو حصہ دیا جائے۔ چنانچہ جیسے قانون قصاص میں تخفیف اور رحمت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے اس کے معاً بعد آیت وصیت میں غیر مسلم والدین اور اقربین کے لئے یہ محسنانہ تعلیم کہ ایک مسلم بیٹا اپنے غیر مسلم والدین اور اقربین کے حق میں وصیت کرنے کو لازمی سمجھے اس لئے کہ تقویٰ شعار اور متقی لوگوں پر اپنے ایسے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنا بطور حق کے ہے اگرچہ وہ والدین اور اقربین غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

۵۔ اب واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ آیت قصاص اور آیت وصیت کو پہلو بہ پہلو ایک ہی رکوع میں بلحاظ اسلوب بیان کیوں ترتیب کے ساتھ بطور وضع الشئی فی محلہ موزوں اور مقرون فرمایا گیا ہے۔

۶۔ اس صورت میں اوپر کی تشریح جو تحریر میں مختلف نمبروں میں پیش کی گئی ہے علماء کرام غور فرما سکتے ہیں کہ وہ علیم اور حکیم اور رحیم کریم خدا جس نے آیت قصاص میں اور آیت الوصیت میں غیر مسلموں کے لئے یہ

رأفت اور رحمت اور ترحم کا نمونہ تعلیم کے ذریعے پیش فرمایا ہے۔ اگر دادے کی جائداد میں یتیم پوتے کا بھی حصہ معینہ اسے وراثت سے مل سکتا تو اس کے متعلق ایسی بے نظیر تعلیم میں کہاں محرومی کی صورت پائی جا سکتی۔ کاش علماء کرام آیت وصیت والے والدین اور اقربین جو غیر مسلم ہوتے ہیں ان اقربین ہی بھی پوتے کو شامل نہ کریں تو دادے کے متعلق کیوں حسن ظن نہیں فرما سکتے کہ مہربان دادا اپنے یتیم پوتے کے حق میں اپنے حصہ جائداد سے اگر چاہے تو کیوں وصیت نہیں کر سکتا۔ اور اس صورت میں پوتے کے لئے گزارا کی زمانہ بلوغت تک اچھی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

بقیہ: سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی یاد میں

بیت مبارک میں گیا تو ضعف کی وجہ سے سر نہ اٹھا سکتا تھا" (ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

۱۹۸۱ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے فرمایا

میرے پاس بے کار باتوں کا وقت نہیں ہے۔ اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تو میں سچ کہتا ہوں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ اس کی طرف توجہ کروں۔ اگر کوئی خنجر گھونپتا ہے تو میرے پاس وقت نہیں ہے کہ اسے ہٹا دوں"

(تقریر جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۸۱ء الفضل ۱۱۔ جنوری ۱۹۸۲ء)

یہ انمٹ نقوش اور حسین یادوں سے وابستہ ایک طویل عرصہ پر محیط واقعات ہیں جو بکثرت ذہنوں میں محفوظ ہیں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے امانت کے طور پر ہیں۔ اور آپ کی سیرت طیبہ کا حصہ ہیں۔

بقیہ از صفحہ ۱۱

منڈی بہاؤالدین۔ مکرم منور احمد طاہر صاحب کورنگی کراچی۔ مکرم محمد حنیف بھٹی صاحب میرپور۔ مکرم عبدالحلیم صاحب دارالرحمت شرقی۔ مکرم ڈاکٹر فیض اللہ خاں صاحب دارالعلوم غربی۔ مکرم مبارک احمد خان صاحب دارالنصر شرقی۔ مکرم ڈاکٹر عبدالحق صاحب دارالبرکات۔ ربوہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علم و فضل کے اس لائحہ عمل میں شرکت اختیار کرنے والے تمام انصار بھائیوں کو صحت و سلامتی کے ماحول میں بھرپور طریق پر حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے

خاکسار

(منور احمد شمیم خالد)

قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان۔ ربوہ

نقشِ نو

اِک قطرہ خونِ دِل کا اگر نیّر بن سکے
کیوں نہ بھلا وہ اخترِ تقدیر بن سکے

اِک دل کا درد دوسرے کی آنکھ کا ہو اشک
اَے کاش! زندگی کی یہ تصویر بن سکے

وہ سوز اُشک میں ہو کہ جس کے اثر سے ہاں!
پہلی پگھل کے اک نئی زنجیر بن سکے

"یہ" "وہ" بنانے والے کیا ممکن نہیں ہے یہ؟
بگڑی ہوئی جہاں کی پھر تقدیر بن سکے

خِیرہ ہو چاند کی نظر، تارے ہوں ماند ماند
گر دل کی آنکھ مطلعِ تنویر بن سکے

کرتے ہیں بات بات پہ وہ بات کیوں بھلا؟
تا اُن کی بات باعثِ تشہیر بن سکے

ہر دل ہے جیتنا مجھے رونے سے کیوں رُکوں!
نالہ ہی جبکہ موجبِ تسخیر بن سکے

صد آنسوؤں کے درمیاں آنسو وہی تو ہے
دھو دے گنہ، ازالۂ تقصیر بن سکے!
یہ بھی تو ہے شہادتِ عظمیٰ کے آس پاس
خوں نہ گرے اور سرخیٔ تحریر بن سکے
دکھ زید کا ہو بکر کے دل سے جڑا ہوا
آؤ بنائیں یہ اگر تصویر بن سکے!
تیری نگہ ابھار تو سکتی ہے نقشِ نو!
گر "این" و "آں" کے حق میں یہ شمشیر بن سکے
اُس کے مسیحا بننے میں کیا شک بھلا رہا!
جس کی نگہ قاتلِ "خنزیر" بن سکے
تازہ "زمین و آسماں" کی دیکھنا جھلک
وہ خواب کیا جو آپ نہ تعبیر بن سکے
انسانیت کے معنوں میں اسلام ڈوب کر
انساں کی ہم بنائیں گر تقدیر بن سکے

عبد السلام اسلام

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

صدق و وفا کے پیکر

(ایڈیٹر)

حضرت حکیم الامت سیدنا و مولانا حکیم مولانا نورالدین نور اللہ مرقدہٗ ۔ ان مبارک وجودوں میں سے ہیں جو تاریخ مذاہب میں شاذ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ صدیوں سے جس مبارک وجود کی انتظار میں اتقیاء و اصفیاء امت گزر گئے ۔ اس دَور کو آپ نے پایا اور امام الزماں کی پاک صحبت اور فیوض و برکات سے عدیم المثال مقام حاصل کیا ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں ۔

"(آپ) اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت اور توکل علی اللہ اور اطاعتِ امام میں ایسا مقام رکھتے تھے جو بعض لحاظ سے عدیم المثال تھا ۔ آپ کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر کافی ہے ۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مردِ مومن کے متعلق یہ شاندار توصیفی الفاظ استعمال کئے ہیں کہ مولوی نورالدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں ۔ جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے ۔ حقیقتاً حضرت مولوی صاحب کا مقامِ اطاعت اور مقامِ توکل بہت ہی بلند تھا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ سے پہلے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ مجھے کوئی ایسا مددگار عطا فرمائے جو میرا دست و بازو ہو کر کام کر سکے ۔ چنانچہ جب (آپ) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو انہیں دیکھتے ہی حضور کے دل سے یہ صدا نکلی کہ

هٰذا دُعائی

"یعنی یہ مردِ مومن میری دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے !"		(حیاتِ نور ۔ پیش لفظ)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے آپ کا تعارف اور پہلی زیارت

حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین ...... کا غائبانہ تعارف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے اس وقت ہوا جب آپ مہاراجہ جموں و کشمیر کے ہاں شاہی طبیب تھے۔ آپ کے شاگرد خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کا کہنا ہے کہ

"حضرت اقدس کا تعارف آپ کو سب سے پہلے ضلع گورداسپور ہی کے ایک صاحب شیخ رکن الدین صاحب سے ہوا۔ (جو اُن دنوں جموں کے ایک ہندو کی جائیداد پر منتظم اور منصرم تھے) شیخ صاحب نے بتایا کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں (غالباً ان دنوں براہین احمدیہ شائع ہو رہی تھی) حضرت مولوی صاحب نے یہ سُن کر حضرت کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں۔ اور ان کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا ہو گیا۔" (حیاتِ احمد چہارم ص ۱۱۸ حاشیہ)

اسی دَور میں آپ کو حضرت مسیح موعود کا وہ پہلا اشتہار ملا جو حضور نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائد و منکرین کو بھجوایا تھا۔ (اس کا ذکر تاریخ احمدیت حصہ دوم ص ۶۸ میں ہے) یہ اشتہار آپ کو دیوان اننت رام یا دیوان گوبند سہائے نے دیا تھا جو ان دنوں ریاست کے وزیر اعظم تھے۔"

(تاریخ احمدیت حصہ چہارم ص ۱۰۷)

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی آپ دیوانہ وار قادیان پہنچے۔ ۱۸۸۵ء کے اوائل کی بات ہے۔ اس وقت نہ تو حضور نے بیعت کا سلسلہ شروع کیا تھا نہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر آپ کی نور بصیرت نے وہ نورانی چہرہ دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ جس کی انتظار میں ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں گذر گئے۔ ان انوارِ ماموریت کا حاصل یہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اگلے زمانہ میں جب ہم چھوٹے تھے تو سُنا کرتے تھے کہ حضرت علیہ السلام آویں گے ایسے ہونگے ایسے ہونگے۔ ویسے ہونگے۔ غرضیکہ یہ باتیں سُن کر احمقوں نے جو دل میں تصویر بنائی تھی اس کو عین سمجھ لیا۔ اور مرزا صاحب کا انکار اسی بناء پر کیا گیا کہ وہ ان کی خیالی تصویر کے مطابق نہ اترے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ہماری طرح ہی آدمی ہے ...... اس قاعدہ

میں اللہ تعالیٰ نے ایک حکمت رکھی ہوتی ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ وہ خیالی تصویر رہنے نہیں دیتا تا کہ خدا کی نسبت غلط خیال نہ بیٹھ جاویں۔ اس سے مجھے مرزا صاحب کے ماننے میں ذرا بھی دقّت نہ ہوئی۔ خیالی تصویر تو ہم نے بنائی نہ تھی۔ حدیث والے خدو خال ہم کو مل ہی گئے۔"
(بدر ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ چہارم صفحہ ۱۰")

آپ قبولیت دعا کا عظیم الشان نشان تھے

حضرت حجۃ اللہ مولانا نورالدین ـــ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعاؤں کے قبول ہونے کا ایک عظیم الشان نشان تھے۔ جو آپ نے ماموریت کے وقت سے ہی اعوان و انصار دین کے لئے رب العزت کے حضور کیں۔ قبولیت دعا کے اس نشان کا ظہور حضرت مولانا نورالدین کے اس بلند مقام و مرتبہ کو واضح کرتا ہے۔ جو دین کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"اُجِیْبَ تَضَرُّعِیْ وَفَادَتْ رَحْمَةُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. فَاَعْطَانِیْ رَبِّیْ صِدِّیْقًا صَدُوْقًا هُوَ عَیْنُ اَعْوَانِیْ وَخَالِصَةُ خُلَصَائِیْ وَسُلَالَةُ اَحِبَّائِیْ فِی الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ اِسْمُهٗ كَصِفَاتِهِ النُّوْرَانِیَّةِ نُوْرُ الدِّیْنِ .... وَلَمَّا جَآءَنِیْ وَلَاقَانِیْ وَقَعَ نَظَرِیْ عَلَیْهِ رَاَیْتُهٗ اٰیَةً مِّنْ اٰیَاتِ رَبِّیْ وَاَیْقَنْتُ اَنَّهٗ دُعَائِیْ اُدَاوِمُ عَلَیْهِ وَاُشْرِبَ حِسِّیْ وَنَبَّاَنِیْ حَدَسِیْ اَنَّهٗ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُنْتَخَبِیْنَ۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۱-۵۸۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے۔ اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے ..... جب وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کی اور میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کی آیات میں سے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہیں جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بارہ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی

کہ گویا کوئی جُدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا اور ایسا مسرور ہؤا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملنے سے ہوئے تھے ۔ مجھے سارے غم بھول گئے ۔

لدھیانہ میں آپ کی سب سے پہلی بیعت

حضرت اقدس سے آپ کا تعلق اخوت و محبت پیدا ہو چکا تھا اب وہ پروان چڑھتا رہا ۔ اور ملاقات کے بغیر بے تابی اور بے چینی کی کیفیت رہتی ۔ ایک مرتبہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ...... کو معلوم ہؤا کہ آپ جموں میں بیمار ہیں تو عیادت کے لئے اپنے خادم حافظ حامد علی صاحب کے ہمراہ جموں تشریف لے گئے ۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین کا قلب و ذہن پہلے سے ہی بیعت کے لئے تیار تھا کہ حلقہ بیعت میں داخل ہوں ۔ ایک عرصہ سے حضرت اقدس ...... سے عرض کر رکھا تھا کہ جب بیعت کا اذن ہو تو سب سے پہلی بیعت آپ کی لی جائے ۔ چنانچہ حضور نے یہ درخواست منظور فرمالی ۔ جب خدا کی طرف سے بیعت کا حکم ملا ، تو آپ کو بیعت سے پہلے استخارہ کا ارشاد فرمایا ۔ حضرت اقدس ...... کے ارشاد پر استخارہ کر کے آپ لدھیانہ پہنچے ۔ جہاں ۲۳ ، مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعتِ اولیٰ ہوئی اور آپ کو سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا ۔

اس بیعت کے ساتھ آپ میں ایک عظیم تغیر رُونما ہؤا ۔ چنانچہ کسی شخص کے سوال پر کہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے کیا فائدہ حاصل کیا ۔ جواب میں فرمایا ۔

"۱ دُنیا سے سرد مہری ۔ ۲ رضا بالقضا کا ابتدا ء ۔ ۳ اخلاص ۔ ۴ فہم قرآن میں بین ترقی ۔ ۵ طول امل سے تنفر اور المنکر سے بحمداللہ ۶ حفاظت ۔ ۷ فتنِ دجّال سے بحمداللہ حفاظت ۔ ۸ کبر ۔ ۹ کسل ۔ ۱۰ کذب ۔ ۱۱ کفر ۔ ۱۲ جُبن سے امنِ تامہ ۔ (تاریخ احمدیت حصہ چہارم ص ۱۲۶)

اطاعت و فدائیت کا عدیم المثال نمونہ

آپ نہایت اعلیٰ درجہ کے اطاعت گذار اور وفا شعار تھے ۔ محبت و فدائیت کا بھی ایک عجیب رنگ ہے ۔ جس کی مثال دَورِ حاضر میں نظر نہیں آتی اور بلاشبہ آپ کی سیرت اور اخلاص و وفا سے قرنِ اوّل کا نقشہ سامنے آجاتا ہے

۱۔ طلب و جستجو کا حاصل :۔ آپ اپنے ایک مضمون میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کرامات الصادقین میں شائع ہوا۔ اس جذبہ اطاعت و صدق کا یوں اظہار ہے ۔

(ترجمہ از عربی عبارت) "مجھے ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں تائید دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو۔ پس جب میں اپنے وطن کی طرف لوٹا تو میں نہایت پریشان اور حیران تھا۔ دن کے اوقات سفر میں بسر کرتا اور مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد، مہدی الزمان، مسیح دوران اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تا حقیقتِ حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم و عدل ہے، اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔ اے ارحم الراحمین خدا! تیری حمد تیرا شکر اور تیرا احسان ہے۔ پھر میں نے مہدی الزمان کی محبت کو اختیار کر لیا اور آپ کی بیعت صدقِ دل سے کی یہاں تک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لطف و کرم نے ڈھانپ لیا۔ اور میں دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائیداد اور اپنے سارے اموال پر ترجیح دی۔ بلکہ اپنی جان اپنے اہل و عیال اور والدین اور اپنے سب عزیز و اقارب پر انہیں مقدم جانا۔ ان کے علم و عرفان نے میرے دل کو شیدا بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لئے ان کی ملاقات مقدر فرمائی اور یہ میری خوش بختی ہے کہ میں نے انہیں باقی سب لوگوں پر ترجیح دی اور ان کی خدمت کے لئے اس جانثار کی طرح کمربستہ ہو گیا جو کسی میدان میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔"

اس کے ساتھ ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں جو اشعار لکھے اس قصیدہ کے دو اشعار یہ ہیں۔

تَاللّٰهِ مُذْ لَاقَيْتُهٗ زَادَنِي الْهُدٰى
وَعَرَفْتُ مِنْ تَفْهِيْمِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا

وَكَمْ مِنْ عَوِيْصٍ مُشْكِلٍ غَيْرِ وَاضِحٍ
اَنَارَ عَلَيَّ فَصِرْتُ مِنْهُ مُسَهَّدَا

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد ۵ ص ۱۵۲)

ترجمہ : خدا کی قسم جب سے میں نے حضرت اقدس سے ملاقات کی ہے آپ کے فیض کی برکت سے میں

نے رُشد و ہدایت میں بہت ترقی حاصل کی ہے۔ اور اس احمد کو پہچان کر مجھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا پتہ لگا اور قرآن کریم کے کئی مشکل مقامات تھے جو مجھ پر واضح نہ تھے لیکن آپ نے مجھ پر ان کو روشن کر دیا۔ اور اس وجہ سے مَیں روحانی طور پر بیدار ہو گیا۔

۲۔ <u>قربانی کی تڑپ</u>:۔ آپ کے اندر قربانی اور خدمت کا جو جذبہ موجزن تھا۔ اس کی عکاسی آپ کے مندرجہ ذیل مکتوب سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت اقدس ۔۔۔۔۔۔۔ کی خدمت میں لکھا جس کے لفظ لفظ سے اخلاص و محبت نظر آتی ہے۔ (یہ اس دَور کی بات ہے جب آپ استعفیٰ دے کر حضرت اقدس ۔۔۔۔ کی خدمت میں رہنے کا قصد کر چکے تھے مگر آپ کا استعفیٰ منظور نہ ہوا) آپ فرماتے ہیں۔

"عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدّد کیا گیا۔ وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دُوں۔ مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مُرشد مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کر کے اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبتِ فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

(فتح اسلام صفحہ ۶۱ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶)

(باقی آئندہ)

بقیہ از صفحہ ۲۹

۵۔ مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی پنجم

۶۔ مجلس انصار اللہ دار الذکر فیصل آباد ششم

۷۔ مجلس انصار اللہ داجل۔ راجن پور ہفتم

۸۔ مجلس انصار اللہ دہلی گیٹ۔ لاہور ہشتم

۹۔ مجلس انصار اللہ راجن پور شہر نہم

۱۰۔ مجلس انصار اللہ اللہ آباد ضلع راجن پور دہم

(قائد عمومی۔ انصار اللہ۔ پاکستان۔ ربوہ)

یہ نُور وہ ہے جو غارِ حرا سے چمکا تھا

نظر نظر سے ملی ہے تو دل بھی دل سے ملا
کہ تیرے طُور پہ وہ دلرُبا ہو جلوہ نما
تُو کھول دل کا دریچہ کہ اس میں داخل ہوں
سراجِ حق کی شعاعیں چراغِ دیں کی ضیا
امامِ مہدیؑ موعود کی اطاعت میں
ملی ہے دولتِ ایماں، ملی خُدا کی رضا
مسیحِ وقت نے آکر حیاتِ نُو بخشی
نہ کام آیا ہمارے خضر کا آبِ بقا
اسی سے تابفلک ہو گیا جہاں روشن
یہ "نُور" وہ ہے جو غارِ حرا سے چمکا تھا
قتیلِ یارِ یگانہ ہے زندۂ جاوید
وہ جان دے کے ہُوا اپنے دلستاں پہ فدا
اسیرِ راہِ خدا کے لئے مبارک ہوں
یہ قید و بند و سلاسل۔ ہجُوم کرب و بلا

ہزارہا بھی اگرچہ ہوں جانفزا باتیں
"سکونِ قلب" کا موجب فقط ہے "ذکرِ خدا"

وہ شخص جس کو فرشتے سلام کہتے ہیں
مطیعِ سرورِ عالمؐ۔ مطاعِ اہلِ وفا

خدا کا نور درخشاں ہے اس کے چہرے پر
وہ اپنے حُسنِ خداداد میں بھی ہے یکتا

جو اپنے گھر سے مہاجر ہُوا خدا کے لئے
وہ دوشِ باد پہ اب سب گھروں میں آ اُترا

مجھے "نگار" کی مطلوب ہے قدم بوسی
کہ اس کی خاکِ کفِ پا مجھے ہے "خاکِ شفا"

رجاء و بیم میں گُذری ہے زندگی اپنی
تمام عمر دعاؤں پہ انحصار کیا

نقوش اُن کی جُدائی کے شادؔ ہیں دل پر
خدا کرے کہ ملے جلد دردِ دل کی دوا

محمد ابراہیم شادؔ

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی یادیں

محترم محمود مجیب اصغر صاحب (انجنیئر)

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث۔ سیّدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ سترہ سال تک جماعت احمدیہ کی کامیاب قیادت کے بعد ۹۔ جون ۱۹۸۲ء کو انتقال فرماگئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَاتِہٗ آپ کا دَور عظیم الشان ترقیات اور تائیداتِ سماویہ کا حامل تھا۔ اسی دَور سے وابستہ کچھ ایمان افروز یادیں پیش کی جارہی ہیں۔ جس سے آپ کی حسین سیرت کے بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "(یہ) محو ہونے والی یاد نہیں اس کے تذکرے... جاری رہیں گے۔" (الفضل ۲۲۔ جون ۱۹۸۲ء)

انہی حسین یادوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

تعلّق باللہ، قبولیتِ دعا اور توکّل

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نوّر اللہ مرقدہٗ نے تعلّق باللہ اور تائید الٰہی کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا:-

"......... تین بیماریاں اکٹھی شدّت اختیار کرکے ظاہر ہوئیں .... ہمارے ایک احمدی سرجن .... کا یہ خیال تھا کہ .... اس کا علاج ہی ممکن نہیں اور یہ ایک خطرناک بیماری ہے .... ان کے یہ فقرے میرے کام آگئے۔ ان کے جانے کے بعد مَیں نے اسی رات یہ دعا کی کہ اے میرے ربّ! مَیں تیرا بندہ ہوں اور تیری پرستش کرنے والا ہوں۔ ڈاکٹروں کی پرستش کرنے والا تو نہیں۔ ڈاکٹر یہ فکر ڈال گئے ہیں تُو اپنے فضل سے مجھے اس فکر سے نجات عطا فرما۔ ایک بیماری اور درد سر ہے اس فکر کی وجہ سے اُس دن درد سے دعا نکلی۔ خدا کی شان جس بیماری کو لاعلاج سمجھا گیا تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب دوبارہ لاہور سے ٹیسٹ کروایا تو معلوم ہوا بلڈ یوریا اپنے معمول پر آگیا ہے۔ اور بیماری غائب ہوگئی ہے ....."

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جولائی ۱۹۷۵ء)

آپ نے ۱۹۵۳ء کے فسادات کا ایک واقعہ جس سے آپ کا بلند حوصلہ اور اللہ تعالیٰ پر توکل نظر آتا ہے۔ یوں بیان فرمایا۔

"۱۹۵۳ء میں جس صبح ہمیں پکڑ کر لے گئے تھے اس رات اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ صبح تمہیں گرفتار کر لیں گے۔ جو ٹیم آئی ہوئی تھی اسے بھی پتہ نہیں تھا۔ شاید اس کا آرڈر بعد میں آیا تھا چونکہ مجھے پتہ تھا اس لئے صبح جس وقت انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو مَیں نے اپنے بچوں کو جو اس وقت بہت چھوٹے تھے ..... ان سے مَیں نے کہا کہ مَیں نے نہ چوری کی نہ ڈاکہ مارا نہ قانون ملکی کو توڑا نہ قانون الٰہی کو توڑا ہے اگر مجھے آج پکڑ کر لے گئے تو مَیں مظلوم ہوں اور تمہارے چہروں پر مَیں نے مسکراہٹ دیکھنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم منہ بنا لو کہ ہمارے ابا کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ چنانچہ گرفتاری کے وقت تین سال کے بچے کا چہرہ بھی مسکرا رہا تھا"

(خطاب سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

سیّد میر محمود احمد صاحب ناصر نے بیان کیا کہ جب حضرت مصلح موعود ...... کو بتایا گیا کہ گرفتاری کے وقت آپ مسکرا رہے تھے اور آپ کے چہرے پر بہت بشاشت تھی تو حضرت مصلح موعود ...... بہت خوش ہوئے اور اپنی بہن سیدہ نواب مبارکہ بیگم سے یہ بات سن کر محظوظ ہوتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ...... نے منصب امامت پر فائز ہو کر اللہ تعالیٰ سے قبولیتِ دعا کا نشان مانگا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ کی قبولیت دعا کے متعدد واقعات جماعت کے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے ایک موقع پر یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

"ابھی پچھلے دنوں لندن میں مجھے ایک جوڑا ملنے کے لئے آیا۔ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں لڑکا نہیں تھا۔ یا شاید بچہ ہی کوئی نہیں تھا۔ آپ کو دعا کے لئے لکھنا شروع کیا۔ احمدیوں میں اُن کے کوئی واقف تھے اور اُن کو خدا تعالیٰ نے لڑکا دیا اور لڑکا ان کی گود میں تھا۔ وہ کہنے لگے۔ آپ کی دعاؤں کا ثمرہ ہمیں مل گیا اور وہ تھے غیر مسلم۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے دنیوی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے احسان مسلم اور غیر مسلم ہر ایک پر ہوتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

بلند حوصلہ اور صبر و تحمّل

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز صبر و تحمل دیا تھا۔ ایک مرتبہ زمانہ طالب علمی کا واقعہ سنایا کہ ایک معاند مسلسل کئی گھنٹے تنقید کرتا رہا اور آپ مسکراتے رہے۔ بالآخر وہ بول اٹھا۔

"اگر آپ جیسے مبلغ آپ کو دو سَو مل جائیں تو آپ ہم لوگوں کو جیت لیں گے۔ کیونکہ مَیں نے آپ کو غصہ دلانے کی پوری کوشش کی مگر آپ تھے کہ ہنستے چلے جارہے تھے۔" (الفضل ۱۲۔مئی ۱۹۷۱ء)

آپ نے ایک اور واقعہ ڈاکٹر صاحبان سے خطاب کرتے ہوئے سُنایا :۔

"ایک دفعہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کا ایک احمدی نوجوان ملنے آیا وہ بڑے غصے میں تھا۔ تیوری اس کی چڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں لال پیلی۔ کہنے لگا کہ میرے گاؤں کا ایک مولوی روزانہ زور زور سے گالیاں دیتا ہے۔ مَیں اس کی ساری سرگذشت سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوگیا تو مَیں نے اسے کہا کہ اپنے گاؤں کے مولوی سے کہو کہ جتنا زور رچا ہو لگا لو تم ہمارے دل میں اپنے لئے نفرت نہیں پیدا کرسکتے۔ ہم تو انسان سے محبت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور اس معاملہ میں آج نہیں تو کل تمہیں اس کا قائل ہونا پڑے گا۔ تم بچ کر نہیں جاسکتے۔ محبت کی تلوار ایک ایسی تلوار ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔"

(احمدی ڈاکٹروں سے بصیرت افروز خطاب ۳۰۔ اگست ۱۹۷۰ء)

آپ کی زندگی میں کئی دَور آئے محبت کرنے والوں نے محبت کی۔ حاسدوں نے حسد اور مخالفوں نے مخالفتیں کیں۔ چوہدری محمد علی صاحب منصب امامت سے پہلے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بار انہیں ایک خط ملا۔ آپ بیان کرتے ہیں۔

"وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہی ...... حضور مجھے رہائش گاہ پر لے گئے... ایک بستر لاکر میرے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھو۔ مَیں نے پہلا خط ہی تھوڑا سا پڑھا تھا کہ تاب نہ لاسکا۔ خدا جانتا ہے کہ میرا دماغ چکرا گیا اور سوچا کہ یہ حسین وجمیل مسکراتا ہوا شگفتہ خوشبودار پھول اندر سے کتنا مظلوم ہے۔ حضور کے وقار اور صبر کی عظمت کی ہیبت دل پر طاری ہوئی۔ معافی مانگی تو فرمایا کہ اپنی ڈیوٹی پر دلیری سے جمے رہنا ہی اصل بہادری ہے۔ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیچڑ اُچھلے اپنے فرضِ منصبی پر دلیری سے قائم رہیں۔" (ماہنامہ خالد۔ اپریل۔مئی ۱۹۸۳ء)

بچّوں سے شفقت ومحبّت

بچوں سے آپ کو بہت پیار تھا۔ آپ کی ایک صاحبزادی لکھتی ہیں۔

"حضرت صاحب کی عادت تھی کہ ہر بچے سے بڑے پیار سے ملتے اس سے سوال کرتے۔ تعلیم کے متعلق بھی، ویسے بھی۔ پھر پیار سے چھیڑتے رہتے جو بچہ گھر آکر ملتا اسے کچھ کھانے پینے کو دیتے۔ چھوٹے بچوں

کو گود میں اٹھا کر پیار کرتے خواہ وہ کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ اور کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو۔ غریب یا امیر کسی بچے میں فرق نہ کرتے۔ غیر بچے بھی سفروں کے دوران ان کے پاس آجاتے، ساتھ لگ کر پیار کرتے۔

..........„

(ماہنامہ مصباح۔ ربوہ دسمبر ۱۹۸۲ء۔ جنوری ۱۹۸۳ء)

آپ کے دورۂ غانا کے حوالے سے مکرم عبدالوہاب بن آدم مشنری انچارج غانا نے لکھا۔

"ارضِ بلال کا بچہ بچہ اور چپہ چپہ اس شفیق اور روحانی باپ کے پیار کو اب بھی محسوس کر رہا ہے۔"

(رسالہ مشکوٰۃ قادیان۔ مارچ۔ اپریل۔ مئی ۱۹۸۳ء)

فرائض منصبی میں عدل و انصاف

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ...... کے عدل کے بارہ میں شیخ محمد حنیف صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ صوبہ بلوچستان تحریر فرماتے ہیں:

"...... ایک چھوٹے سے گروہ کے اکسانے اور کچھ اپنی ذاتی رنجش کی بناء پر ایک صاحبِ اثر دوست نے حضرت صاحب کی خدمت میں اس عاجز کے متعلق الزام تراشیوں پر مبنی ایک خط تحریر کیا۔ خاکسار کو مرکز طلب کیا گیا اور وہ خط پڑھنے کو دیا گیا۔ چنانچہ اس عاجز نے گذارش کی کہ یہ عاجز تحریری جواب دینا چاہتا ہے۔ جسے قبول کیا گیا۔ خاکسار اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ چند نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اپنی کمزوری کی معافی مانگی اور دعا کی کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ حق و راستی کے ساتھ جواب کی توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ خاکسار نے جواب تحریر کر کے بھجوا دیا۔ چند روز بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث .... نے خاکسار کو ملاقات کا شرف بخشا اور فرمایا کہ واپس جا کر اپنے فرائض (فرائض امارت) ادا کریں........"

(غیر مطبوعہ مسودہ سیرت سیدنا ناصر)

اس واقعہ سے اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ بحیثیت امام جماعت آپ نے انصاف و عدل سے کام لیتے ہوئے زیر الزام شخص کو پورا پورا موقع دیا کہ ان الزامات کا جواب دے سکے اور یوں اپنے عادل اور منصف ہونے کا عملی ثبوت دیا۔

اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی کیلئے آپ بہت محنت کیا کرتے تھے۔ شیخ محبوب عالم خالد صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ نے منصبِ امامت پر فائز ہونے کے بعد دن رات ایک کر کے بڑی محنت سے کام کیا۔ آپ رات دو اڑھائی بجے تک کام کرتے اور اس وقت تک نہ سوتے جب تک کام ختم نہ ہو جاتا۔ وفات سے قبل رمضان شریف میں ایک دن خاکسار سے فرمایا کہ گذشتہ ۳۶ گھنٹوں میں صرف دو گھنٹے آرام کیا رات کام کرتے کرتے اڑھائی بج چکے تھے۔ دو گھنٹے سویا۔ پھر جو نماز فجر کے بعد لیٹا سو نہ سکا۔ کام شروع کر دیا۔ نماز عصر تک کام کرتا رہا۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے

بقیہ صفحہ ۴۴

حسنِ کارکردگی ناظمین اضلاع مجلس انصار اللہ پاکستان

سال ۱۳۷۲ ہش / ۱۹۹۳ء میں ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان میں حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع اسناد خوشنودی کے حقدار قرار پائے ہیں۔ ان کے نام حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ جو حضور نے منظور فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

۱۔	نظامت ضلع	اسلام آباد	اوّل	ناظم ضلع مکرم چوہدری عبدالوہاب صاحب
۲۔	نظامت ضلع	لاہور	دوم	ناظم ضلع مکرم طاہر احمد صاحب ملک
۳۔	نظامت ضلع	چکوال	سوم	ناظم ضلع مکرم ملک عبدالعزیز صاحب

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان ۔ ربوہ)

حسنِ کارکردگی زعماء اعلیٰ، زعماء مجالس

سال ۱۳۷۲ ہش / ۱۹۹۳ء میں زعماء اعلیٰ اور زعماء مقامی مجالس انصار اللہ پاکستان، حسن کارکردگی کے لحاظ سے مجلس انصار اللہ ۔ ربوہ اوّل اور علم انعامی کی مستحق قرار پائی ہے۔ اس کے ساتھ درجہ دار نو مجالس کے نام حضور انور کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کئے گئے تھے۔ جو حضور نے منظور فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

دس مجالس مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔	مجلس انصار اللہ	ربوہ	اوّل	اور علم انعامی کی حقدار
۲۔	مجلس انصار اللہ	اسلام آباد شرقی	دوم	
۳۔	مجلس انصار اللہ	بیت التوحید لاہور	سوم	
۴۔	مجلس انصار اللہ	مغلپورہ لاہور	چہارم	

بقیہ ص ۴۳

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اوّل ۱۹۹۴ء/۱۳۷۳ ہش

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مرکزی امتحان سہ ماہی اوّل ۱۹۹۴ء میں خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی عطا کردہ توفیق سے کل ۲۳۲ مجالس کے ۲۳۷۹ انصار نے شرکت کی جن میں سے مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

۱۔ مکرم ملک محمد اعظم صاحب	دار العلوم غربی	اوّل
۲۔ مکرم حکیم محمد افضل فاروقی صاحب	اوچ شریف	دوم
۳۔ مکرم محمد سرور ابڑو صاحب	انور آباد۔ ضلع لاڑکانہ	سوم

خصوصی گریڈ ان کے علاوہ جن انصار نے غیر معمولی ذوق شوق اور محنت سے اپنے پرچے حل کر کے بر وقت مرکز میں پہنچائے اور خصوصی گریڈ کے مستحق قرار دیئے گئے ان کے اسمائے گرامی بھی برائے ریکارڈ و درخواست دعا درج ذیل ہیں۔

مکرم افتخار احمد صاحب مصری شاد لاہور۔ مکرم محمد رشید طارق صاحب سلطانپورہ لاہور۔ مکرم عبد اللہ قریشی صاحب۔ دار الرحمت وسطی ربوہ۔ مکرم ملک مبارک احمد صاحب ٹاؤن شپ۔ لاہور۔ مکرم محمد افضل فاروقی صاحب۔ اورا۔ سیالکوٹ۔ مکرم فخر الحق صاحب۔ پورن نگر۔ سیالکوٹ۔ مکرم رشید احمد صاحب رحیم یار خان۔ مکرم رانا محمد خان صاحب بہاولنگر۔ مکرم شیخ کریم الدین صاحب۔ بہاولنگر۔ مکرم چوہدری مقبول احمد صاحب بہاولنگر۔ مکرم عطاء محمد صاحب کھاریاں۔ مکرم محمد نسیم صاحب۔ گھنوکے ججہ۔ سیالکوٹ۔ مکرم چوہدری محمد لطیف انور صاحب اوکاڑہ۔ مکرم نور احمد ہاشمی صاحب۔ قصور۔ مکرم محمد شریف خالد صاحب پتوکی۔ مکرم داؤد احمد شاکر صاحب۔ ننکانہ صاحب۔ مکرم شریف احمد صاحب۔ سیالکوٹ۔ مکرم میاں محمد احمد خان صاحب چک ۱۶۶ ع ضلع بہاولنگر۔ مکرم دانشمند صاحب۔ موضع ملاح ملوٹ ضلع اسلام آباد۔ مکرم عبد المنان فیاض صاحب۔ اسلام آباد شرقی۔ مکرم عبد الواحد ورک صاحب۔ اسلام آباد شمالی۔ مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب۔ مری روڈ۔ راولپنڈی۔ مکرم غلام احمد صاحب پنشنر۔ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد۔ مکرم محمد رفیق بھٹی صاحب۔ دار الذکر فیصل آباد۔ مکرم چوہدری عبد الغنی صاحب۔ دار الذکر۔ فیصل آباد۔ مکرم بشیر حسین تنویر صاحب۔ دار الحمد فیصل آباد۔ مکرم عزیز احمد طاہر صاحب۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب خانیوال۔ مکرم عبد الرحیم بھٹہ۔ بورے والا

مکرم راجہ ظہور احمد صاحب ۔نصیرہ ۔مکرم غلام احمد صاحب ۔ایل پلاٹ اوکاڑہ ۔مکرم محمود مجیب اصغر صاحب
مظفر گڑھ ۔مکرم شمس الدین صاحب ۔حیدر آباد ۔مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب ۔گلشن اقبال ۔کراچی ۔مکرم
ڈاکٹر شیخ شریف احمد صاحب ۔عزیز آباد ۔کراچی ۔مکرم قریشی فصیح الدین صاحب ۔نارتھ ۔کراچی ۔مکرم قیوم شاہد
صاحب ۔مارٹن روڈ ۔کراچی ۔مکرم ڈاکٹر محمد یونس صاحب ۔میرپور خاص ۔مکرم پیر محمد صاحب ۔نور نگر ۔مکرم
عبداللطیف ثریا صاحب حیدر آباد ۔مکرم ملک عبدالعزیز صاحب ۔دوالمیال ۔چکوال ۔مکرم محمد اقبال
صاحب ملک پنجند ۔چکوال ۔مکرم ڈاکٹر مورانی نثار احمد صاحب ۔راٹھور نوکوٹ ۔مکرم عبدالحق خادم صاحب
میرا بھرکا ۔آزاد کشمیر ۔مکرم عزیز حسین شاہ صاحب ۔نصیرہ ۔مکرم محمد خان صاحب ۔بزرگوال گجرات
مکرم صوبیدار میجر محمد الدین صاحب دوالمیال ۔مکرم عبداللطیف شاہد صاحب کنری ۔مکرم رانا مبارک احمد
صاحب ۔علامہ اقبال ٹاؤن ۔لاہور ۔مکرم محمد صادق صاحب ۔قلعہ کالروالا ۔سیالکوٹ ۔مکرم حمید اللہ خاں صاحب
ملک ۔ڈسکہ ۔مکرم انعام الٰہی صاحب ۔دارالفضل ۔فیصل آباد ۔مکرم غلام رسول صاحب اعوان ۔ڈیرہ غازیخان
مکرم غلام رسول صاحب چک ۲۷۵ گ ب کرتار پور ۔مکرم عبدالرشید اعوان صاحب منڈی بہاؤالدین ۔مکرم
ظہور احمد ناصر صاحب ۔دارالرحمت وسطی ۔مکرم پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب دارالرحمت شرقی ۔مکرم محمد یوسف
صاحب دارالعلوم وسطی ۔مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی ۔مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب دارالنصر
غربی ۔مکرم چوہدری نور احمد عابد صاحب دارالصدر شمالی ۔مکرم محمد شریف رندھاوا صاحب ۔فیکٹری ایریا ۔
مکرم میاں عطاء اللہ صاحب احمدی ۔دارالرحمت غربی ۔مکرم سلطان احمد پیرکوٹی صاحب دارالرحمت غربی ۔
مکرم ناظر حسین صاحب ۔چک جھمرہ ۔مکرم محمد اقبال چک ۲۷۵ ر ب کرتار پور ۔مکرم قمر الزمان عابد صاحب ۔
ناظم آباد کراچی ۔مکرم محمد ضیاء الدین صاحب قریشی ۔ناظم آباد کراچی ۔مکرم سید محمد میاں صاحب سلیم ۔عزیز آباد کراچی ۔
مکرم مسعود احمد ظفر صاحب ۔عزیز آباد ۔کراچی ۔مکرم عبدالمجید ناصر صاحب ۔فیڈرل بی ایریا کراچی ۔مکرم طاہر احمد ہاشمی
صاحب ۔النور سوسائٹی کراچی ۔مکرم حمید الدین صاحب کوئٹہ ۔مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب چک ۳۵ جنوبی سرگودھا
مکرم محمد صدیق صاحب ۔سرگودھا ۔مکرم حکیم مرزا محمد حبیب مدنی صاحب ۔ناظم آباد کراچی ۔مکرم محبوب احمد صاحب ۔جھنگ
صدر ۔مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب ۔راولپنڈی شہر ۔مکرم نعیم احمد خاں صاحب کلفٹن ۔کراچی ۔مکرم محمود شوکت
منہاس ۔ماڈل کالونی ۔کراچی ۔مکرم پروفیسر مقصود احمد صاحب ماڈل کالونی کراچی ۔مکرم سید نذیر احمد شاہ صاحب ماڈل
کالونی کراچی ۔مکرم اشفاق حسین صاحب ۔ماڈل کالونی کراچی ۔مکرم وسیم احمد طارق صاحب نارتھ ۔کراچی ۔مکرم ملک
عبدالباسط صاحب ۔خادم نارتھ کراچی ۔مکرم مبشر احمد صاحب واہ کینٹ ۔مکرم ظہور احمد صاحب ۔واہ کینٹ ۔مکرم
منور احمد جاوید صاحب واہ کینٹ ۔مکرم عبدالسلام ارشاد صاحب ۔راولپنڈی کینٹ ۔مکرم خالد محمود کاہلوں صاحب

استغفار کی حقیقت

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں،

"استغفار کے یہی معنے ہیں۔ کہ ظاہر میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور گناہوں کے کرنے والی قوت ظہور میں نہ آوے۔ انبیاء کے استغفار کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ ہوتے تو معصوم ہیں مگر وہ استغفار اس واسطے کرتے ہیں کہ تا آئندہ وہ قوت ظہور میں نہ آوے اور عوام کے واسطے استغفار کے دوسرے معنے بھی لئے جاویں گے کہ جو جرم اور گناہ ہو گئے ہیں۔ ان کے بد نتائج سے خدا بچائے رکھے اور ان گناہوں کو معاف کرے اور ساتھ ہی آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

بہر حال یہ انسان کے لئے لازمی امر ہے کہ وہ استغفار میں ہمیشہ مشغول رہے۔ یہ جو قحط اور طرح طرح کی بلائیں دنیا میں نازل ہوتی ہیں ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگ استغفار میں مشغول ہو جائیں مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں ہے جو استغفر اللہ استغفر اللہ کہتے رہیں .... بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی دفعہ استغفار کیا۔ سو تسبیح یا ہزار تسبیح پڑھی مگر جو استغفار کا مطلب اور معنے پوچھو تو بس کچھ نہیں ہکا بکا رہ جاویں گے۔ انسان کو چاہیئے کہ حقیقی طور پر دل ہی دل میں معافی مانگتا رہے کہ وہ معاصی اور جرائم جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی سزا بھگتنی پڑے۔ اور آئندہ دل ہی دل میں ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے کہ آئندہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور معصیت سے بچائے رکھے .... اپنی زبان میں ہی خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں۔ ہاں دل کی دعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں ....

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اپنے عیال و اطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بدخلقی اور بدسلوکی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا۔ تو بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہیئے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔"

(ملفوظات جلد نہم ص ۳۷۲ تا ۳۷۴)